اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام عشق و محبت الشاہ امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ کے
جشن صد سالہ کے زریں موقع پر عاشقان اعلیٰ حضرت کے لئے ایک بہترین تحفہ



جلوۂ اعلیٰ حضرت

مؤلف

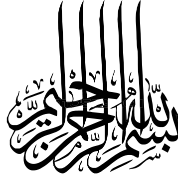
مفتی محمد رفیق الاسلام رضوی مصباحی



ناشر

تاج الشریعہ ویلفیئر سوسائٹی مٹیا برج کولکاتا





اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام عشق ومحبت الشاہ امام احمد رضا خان قادری

قدس سرہ کے جشن صد سالہ کے زریں موقع پر عاشقان اعلیٰ حضرت

کے لئے ایک بہترین تحفہ

جلوۂ اعلیٰ حضرت

مؤلف

مفتی محمد رفیق الاسلام رضوی مصباحی

صدر شعبۂ اِفتا دارلعلوم رضائے مصطفیٰ مٹیا برج



ناشر: تاج الشریعہ ویلفیئر سوسائٹی مٹیا برج کولکاتا بنگال



نام کتاب : جلوۂ اعلیٰ حضرت

نام مصنف :حضرت مفتی محمد رفیق الاسلام مصباحی دیناجپوری

صدر شعبۂ افتا دار العلوم رضائے مصطفیٰ مٹیا برج

پروف ریڈر :ڈاکٹر آس محمد انصاری مٹیا برج

ناشر :تاج الشریعہ ویلفیئر سوسائٹی مٹیا برج کولکاتا بنگال

پہلی اشاعت : صفر المظفر ۱۴۴۰ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۸ء

ملنے کے پتے :امام حسین سماجی و عملی سوسائٹی مٹیا برج کولکاتا

:امام اعظم ایجوکیشن فاؤنڈیشن کالوبستی ڈِمٹھی اسلام پور

:دار العلوم رضائے مصطفیٰ مٹیا برج کولکاتا ۲۴ بنگال

Mb:8670758621

Email:rafiqmisbahi@gmail.com

فہرست

شرف انتساب

میں اپنی اس حقیر کاوش کو وارث علوم اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین حضور مفتی اعظم ہند، قاضی القضاۃ، تاج الشریعہ، استاذی وشیخی حضور علامہ الشاہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی قدس سرہ العزیز کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔

جن کی نماز جنازہ میں کڑور کی تعداد میں دیوانوں کی شرکت نے حضور تاج الشریعہ کی حقانیت وصداقت اور آپ کی ولایت وعظمت کا بانگ دہل اعلان کیا۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

یکے از غلامان تاج الشریعہ

فقیر محمد رفیق الاسلام رضوی مصباحی

کالُوبستی ڈِمٹھی اسلام پور ضلع اتر دیناج پور بنگال

تہدیہ

استاذ زمن برادر اعلیٰ حضرت علامہ حسن رضا خان قادری

بریلوی علیہ الرحمہ

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور حجۃ الاسلام علامہ الشاہ مفتی محمد حامد رضا خان

قادری بریلوی قدس سرہ

شہزادۂ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم عالم اسلام علامہ الشاہ مفتی محمد مصطفیٰ

رضا خان نوری بریلوی نور اللہ مرقدہ

شہزادۂ حجۃ الاسلام مفسر اعظم ہند علامہ الشاہ مفتی محمد ابراہیم رضا خان

قادری بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

کی خدمات عالیہ میں

محمد رفیق الاسلام رضوی مصباحی

۸ر صفر المظفر ۱۴۴۰ھ

تجھے حمد ہے خدایا

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا

ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا

تجھے حمد ہے خدایا

تمہیں حاکم بَرایا تمہیں قاسم عطایا

تمہیں دافع بلایا، تمہیں شافع خطایا

کوئی تم سا کون آیا

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے

سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایہ کا نہ پایا

تجھے یک نے یک بنایا

ارے ائے خدا کے بندو کوئی میرے دل کو ڈھونڈو

مرے پاس تھا ابھی تو ابھی کیا ہوا خدایا

نہ کوئی گیا نہ آیا

ہمیں اے رضا ترے دل کا پتہ چلا بمشکل

در روضہ کے مقابل وہ ہمیں نظر تو آیا

یہ نہ پوچھ کیسا پایا

نائب غوث الوریٰ تم ہو

تمہاری شان میں جو کچھ کہوں اس سے سوا تم ہو
قسیم جام عرفان اے شہ احمد رضا تم ہو

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیا تم ہو

یہاں آ کر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی
ہے سینہ مجمع البحرین ایسے رہنما تم ہو

حرم والوں نے مانا تم کو اپنا قبلہ و کعبہ
جو قبلہ اہل قبلہ کا ہے وہ قبلہ نما تم ہو

مزین جس سے ہے تاج فضیلت تاج والوں کی
وہ لعل پر ضیا تم ہو وہ دُرِ بے بہا تم ہو

عرب میں جا کے ان آنکھوں نے دیکھا جس کی صورت کو
عجم کے واسطے لا ریب وہ قبلہ نما تم ہو

عیاں ہے شان صدیقی تمہاری شان تقویٰ سے
کہوں اتقیٰ نہ کیوں کر جبکہ خیر الاتقیا تم ہو

تمہیں نے جمع فرمائے نکات و رمز قرآنی
یہ ورثہ پانے والے حضرت عثمان کا تم ہو

خلوص مرتضیٰ خلق حسن عزم حسینی میں
عدیم المثل یکتائے زمن اے باخدا تم ہو

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں
امام اہل سنت نائب غوث الوریٰ تم ہو

علیم خستہ ایک ادنیٰ گدا ہے آستانے کا
کرم فرمانے والے حال پر اس کے شہا تم ہو

خلیفۂ اعلیٰ حضرت مبلغ اسلام سید عبد العلیم صدیقی میرٹھی رحمہ اللہ

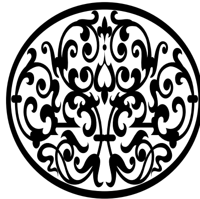
کلمات الشیخ

خلیفہ حضور تاج الشریعہ، شیر بنگال حضرت علامہ مفتی محمد علاء الدین نوری مصباحی صاحب قبلہ۔ شیخ الحدیث دار العلوم گلشن بغداد رام پور یوپی

نحمده و نصلی علیٰ رسوله الکریم

مذہب وملت، اسلام وسنیت کی بقا وتحفظ جہاں تدریس وتقریر کی بے بہا کاوشوں سے ہوا ہے وہیں تصنیف وتالیف بھی اس کا مکمل ضامن وکفیل ہے۔ اسلاف کرام نے بھی تدریس وتحریر اور ذکر ونصیحت کے ذریعہ دین وملت کی ترویج وترقی میں چار چاند لگانے کا حق ادا کیا ہے۔ انہیں محترم حضرات کی جد وجہد اور خدمتوں کا نتیجہ ہے کہ آج ہم دامن اسلام سے وابستہ ہیں اور نور اسلام کے مختلف جمالوں سے منور ہو رہے ہیں، اس مقدس سلسلے کی ایک اہم کڑی آقائے نعمت، رہبر شریعت، ماحی بدعت، ہادی امت، مجدد دین وملت سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری برکاتی بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مقدس ومکرم ذات ہے۔ جس ذات کی زندگی کے مختلف گوشوں پہ روشنی ڈالتے ہوئے اور مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے حضرت علامہ ومولانا مفتی رفیق الاسلام رضوی اسلام پوری اتر دیناج پوری سلمہ نے ''جلوۂ اعلیٰ حضرت'' کے نام سے

ایک اہم اور گرانقدر معیاری کتاب سپرد قرطاس کیا ہے جس کے اندر آپ کو اعلیٰ حضرت کے علم وعبادت، فقہی بصیرت، عشق ومحبت، سخاوت وکرامت، جدت وخدمت، درد قوم وملت، شعر ومنقبت، درس وعبرت کا جلوہ نظر آئے گا۔ بس یہ کہکر مختصر کرنا چاہوں کہ مفتی صاحب سلمہ نے اس ''جلوہ اعلیٰ حضرت'' نامی کتاب کے اندر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مختلف پہلو اور کارناموں پر بھر پور قلم کاری اور جلوہ نمائی کی ہے۔ مفتی صاحب سلمہ کی قلم کاری سے مفتی صاحب کے علمی معیار و بلندی کا پتہ چلتا ہے۔ بس اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب سلمہ کو لمبی کامل خوشیوں بھری صحتیاب اور کامیاب زندگی عطا کرے اور علمی میدان میں رفتار و بہار عنایت کرے، آمین بجاہ نبی الکریم۔



کلمات الصدر

خلیفۂ حضور تاج الشریعہ، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت
معمار ملت حضرت مفتی محمد مختار عالم رضوی صاحب قبلہ
صدر مجلس علمائے اسلام مغربی بنگال ناظم اعلیٰ مدرسہ سلیمیہ فیض الاسلام وجامعہ سلیمیہ انوار تاج الشریعہ للبنات، کمرہٹی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ حبیبہ الکریم

۲۵؍صفر المظفر ۱۴۴۰ھ صد سالہ عرس اعلیٰ حضرت کی مبارک ومسعود تاریخ ہے۔عالمِ اسلام الفت ومحبت کے ساتھ سعادتیں حاصل کرنے کیلئے بابرکت محفلوں، جلسوں، کانفرنسوں کا انعقاد اور کتب ورسائل کی طباعت واشاعت کے ذریعہ خراج عقیدت پیش کرنے میں کافی جوش وجذبے کا اظہار کرتا نظر آرہا ہے۔عوام ہوں یا خواص، مشائخ ہوں یا علماء، ادارے ہوں یا مدارس سب کے سب فیضانِ صد سالہ عرس اعلیٰ حضرت حاصل کرنے کیلئے کوشاں ہیں۔اسلئے کہ اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا فاضل بریلوی نوّر اللہ مرقدہٗ اس نادرِ روزگار، شہرۂ آفاق ہستی کا نام ہے جو متداولہ ومروجہ علوم وفنون کے عظیم محقق و مدقق ہی نہیں بلکہ ہر فن کے امام اور مرجعِ اصحابِ فنون تھے، عشقِ رسالت مآب کی بدولت اس عظیم مجدد کو دنیا والوں نے آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بنا لیا۔امتداد زمانہ کے ساتھ انکی قدر ومنزلت، عقیدت ومحبت میں دن بہ دن اضافہ ہی ہو رہا ہے اور اس بحر علوم وفنون سے فیض رسانی کا سلسلہ چشمۂ سیال کی طرح جاری ہے اسی فیض کی حصولیابی کیلئے عزیز گرامی ضیغم اہلسنت، ترجمانِ مسلک اعلیٰ حضرت، خلیفۂ حضور سید گلزارِ ملت حضرت مفتی محمد رفیق الاسلام صاحب زیدہ مجدہٗ نے رسالہ ’’جلوۂ اعلیٰ حضرت‘‘ تحریر فرما کر کلیدی کردار ادا کیا جس میں انہوں نے مجدد دین وملت کی تبحر علمی کے جلوے کو اجاگر کرنے کی سعیٔ جمیل فرمائی ہے ان شاء اللہ الرحمٰن یہ رسالہ مقبول خاص وعام ہوگا اور عرس صد سالہ اعلیٰ حضرت کیلئے ملت کے نام یہ تحفۂ نایاب ثابت ہوگا۔

دعا ہے کہ ربِ قدیر اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اس رسالہ کو قبول فرمائے۔آمین

اور فیضانِ اعلیٰ حضرت کے صدقے مسلک اعلیٰحضرت کی ترویج واشاعت کی توفیق بخشے

تقریظ جلیل

خلیفہ تاج الشریعہ ادیب شہیر حضرت علامہ شاہد القادری صاحب قبلہ۔ جنرل سکریٹری مجلس علما اسلام بنگال

الحمدللہ! اعلیٰ حضرت، عظیم المرتبت، مجدد اعظم، سیدی امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ (۱۲۷۲ھ۔۱۳۴۰ھ) کے صد سالہ عرس پاک (۱۳۴۰ھ تا ۱۴۴۰ھ) کی دھوم چار دانگ عالم ہے، ہر طرف اسی کی داستان ہے، ہر طرف اسی کا چرچا ہے، اسی کا ترانۂ نغمہ ہے، اسی کا ذکر جمیل ہے۔

سیدی امام احمد رضا کے وصال پاک کے ۱۰۰؍سال کی تکمیل پر ملک و بیرون ملک بلکہ یوں کہا جائے کہ براعظم ایشیا، افریقہ و امریکہ میں مختلف انداز اور کئی نئی جہتوں سے صدی تقریبات کا اہتمام کیا جارہا ہے۔ مغربی بنگال میں بھی صد سالہ تقریبات کی تیاریوں میں علما، مشائخ، مدبرین، مفکرین، مدرسین، طلبا اور عوام و خواص مصروف ہیں، مغربی بنگال کے علمائے اہل سنت کی نمائندہ تنظیم ''مجلس علمائے اسلام بنگال'' بھی صدی تقریبات میں شامل ہوکر عنقریب ''امام احمد رضا کا معاشی نظریہ'' پر ایک باوقار انداز میں ''سیمینار'' کے انعقاد کا ارادہ رکھتی ہے۔

مٹیا برج شہر نشاط کلکتہ کا ایک تاریخی علاقہ ہے، جس کے کنارے کنارے دریائے ہگلی بہتی ہے اور تاریخ اردو ادب میں فروغ اردو ادب کے حوالے سے ایک نمایاں مقام حاصل ہے، اردو کے بقا اور تحفظ میں اہل مٹیا برج نے انفرادی کردار ادا کیا ہے جو صفحات قرطاس پر آج بھی محفوظ ہے، ادبا اور شعراء کے ساتھ علمائے کرام اور ائمہ مساجد نے بھی اپنی تحریروں و تصانیف اور خطاب و مواعظ کے ذریعہ بھی اردو کی ترقی اور تشہیر کے لئے اپنے وقتوں کی قربانیاں پیش کی ہیں، ان میں ایک نمایاں نام ''ممتاز العلما علامہ محمد قاسم علوی علیہ الرحمہ'' کا ہے، جو اپنی قلمی خدمات کے ذریعہ اردو کی تعمیر و ترقی میں حصہ دار بنے ہیں۔

انہیں کے مدرسہ ''دار العلوم رضائے مصطفیٰ ٹٹیا برج'' کے صدر شعبۂ افتا، قابل فخر عالم دین، ممتاز فقیہ اور بہترین صاحب قرطاس وقلم حضرت مولانا مفتی محمد رفیق الاسلام رضوی مصباحی دیناجپوری مدظلہ العالی نے اردو ادب کے فروغ میں کئی کتابوں کو اسلامی رنگ ڈھنگ سے مزین کر کے زیور طباعت سے آراستہ کیا ہے۔

مولانا موصوف سیدی اعلیٰ حضرت صدی تقریبات میں خود کو شامل کرنے کے لئے ''جلوہ اعلیٰ حضرت'' کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے جو کئی مقالات کا مجموعہ ہے اور اپنے اندر ایک انفرادیت لئے ہوئے ہے، اس کتاب کے مطالعہ سے ضرور ''فکر رضا'' کے حوالے سے پڑھنے کا موقع عام قارئین کو ملے گا اور سیدی اعلیٰ حضرت کا مقام ومرتبہ کیا ہے وہ آسانی سے طے کر سکتے ہیں۔

برادر طریقت حضرت مولانا مفتی محمد رفیق الاسلام قادری رضوی مصباحی، دیناجپوری مدظلہ العالی ایک کہنہ مشق صاحب قلم وقرطاس ہیں، ایک اچھے مدرس ہیں کہ تشنگان علوم نبویہ کی تفہیم کے مطابق اسباق پڑھایا کرتے ہیں، ایک باکمال اور شعلہ بار مقرر ہیں کہ ان کی شان خطابت کی دھوم ہے، ایک بہترین تنقید نگار ہے کہ ان کے نشتر قلم سے مخالفین اسلام کا علم سرنگوں ہوتا ہوا نظر آتا ہے، وہ دار العلوم رضائے مصطفیٰ کے مدرس، بیگم مسجد ٹٹیا برج کے خطیب وامام، کئی اسلامی کتابوں کے مصنف، مجلس علمائے اسلام شعبۂ صحافت ونشریات کے اہم رکن، تاج الشریعہ ویلفیئر سوسائٹی کے بانی وسرپرست ہیں اور خانقاہ قادریہ رزاقیہ اسماعیلیہ، مسولی شریف کے موجودہ گدی نشیں حضور گلزار ملت علامہ سید الشاہ سید گلزار اسماعیل واسطی قادری رزاقی اسماعیلی مدظلہ العالی کے خلیفہ اور مخدوم گرامی حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کے دامن کرم سے وابستہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا موصوف کے اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور قبول خاص وعام بنائے (آمین)

تقریظ جمیل

خلیفہ حضور تاج الشریعہ عمدۃ المحققین حضرت علامہ مولانا محمد عارف برکاتی رضوی صاحب قبلہ صدر المدرسین جامعہ غوثیہ غریب نواز کھجرانہ اندور مدھیہ پردیش

نحمدہ ونصلی علی حبیبہ الکریم وعلی الہ واصحابہ اجمعین

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے امام احمد رضا محدث بریلوی کو ایسا عبقری بنایا کہ دنیا ان کی شخصیت کو لیکر حیران و متعجب ہے، زمانہ جیسے جیسے آگے بڑھ رہا ہے لوگوں کی حیرانی بھی بڑھتی چلی جارہی ہے۔ علما کے علوم، دانشوروں کی دانشمندی، عقلا کی عقلیں، محققین کے قلم آپ کی ذات سے متعلق روز بروز نئے انکشاف کررہے ہیں اور ہرنئ تحقیق کے ساتھ حیرت کا ایک جدید دروازہ کھلتا جارہا ہے۔ ان حیرتوں پر قابو پانے کا اکلوتا طریقہ یہی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک عظیم نشانی اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک جدید معجزہ تسلیم کرلیا جائے۔ ورنہ حیرت و استعجاب اور عقل وخرد کے درمیان جنگ اتنی طویل ہوجائے گی کہ جس پر قابو پانا انسانی قدرت سے باہر ہوگا۔ محبین اعلیٰ حضرت اسی فکر متین پر قائم ودائم ہیں۔ یہ فکر قائم کرلینے کے بعد عقل کو مجال دم زدن باقی نہیں رہتی کیونکہ معجزہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایسی نشانی ہی کو کہا جاتا ہے جو عقل سے ماورا ہو۔

موجودہ دور میں جن علما و محققین نے اپنے علم و تحقیق کی بنیاد پر نہ صرف اہل

نظر کی توجہات کو اپنی طرف کھینچا ہے بلکہ وہ ان کے لئے مرکز توجہ بن چکے ہیں، ان میں ایک نمایاں شخصیت محقق عصر، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت خلیفۂ حضور سید گلزار ملت حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام رضوی مصباحی صدر شعبۂ افتا دارالعلوم رضائے مصطفیٰ مٹیا برج کولکاتا کی ہے۔ موصوف کو اللہ تعالیٰ نے متعدد مثالی خوبیوں سے نوازا ہے، آپ ایک معیاری مفتی ہونے ساتھ ساتھ محتاط اور گل بداماں قلم کے مالک ہیں۔ میدان خطابت کے شہسوار ہیں تو ملت کی زمام قیادت سنبھالنے کی ہنرمندی بھی داخل سرشت ہے۔ ایک درجن کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان سب خوبیوں پر مستزاد ان کا درد دل ہے۔ وقت کی نبض کو پہچانتے ہیں، قوم کے مزاج کو جانتے ہیں، امراض کی تشخیص کرتے ہیں، پھر مناسب دوا تجویز کر کے اس نسخے کو قوم کے حلق کے نیچے اتارنے کی سعی پیہم کرتے ہیں، اسی تگ ودو میں زندگی بسر کرنا ان کی شناخت وپہچان ہے۔

اس وقت جبکہ اہل سنت وجماعت امام احمد رضا بریلوی کا جشن صد سالہ منانے جارہے ہیں، مفتی صاحب قبلہ اس جشن میں صرف نعروں سے شرکت کے قائل نہیں بقول غالب

رگوں میں گھومنے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جو آنکھ ہی سے نہ ٹپکتے تو پھر لہو کیا ہے

ان کا طریقہ کار ان کے عزم جواں اور جہد مسلسل کا غماز ہے۔ اسی عزم کا نتیجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے متعلق ان کی تازہ ترین تصنیف ''جلوۂ اعلیٰ حضرت'' پریس جانے کے لئے بال وپر تول رہی ہے۔ اعلیٰ حضرت کی ذات پر مفتی صاحب قبلہ کا قلم پہلی مرتبہ حرکت میں نہیں آیا، اس سے قبل بھی آپ کی نوک قلم سے کئی

عمدہ مقالے صفحہ قرطاس کا وقار بن چکے ہیں۔ ابھی آپ کا ایک تحقیقی مقالہ ''امام احمد رضا کا فقہی کمال'' زیور طباعت سے ہمکنار ہونے کا منتظر ہے۔ اس مقالے کو آپ نے قیام جامعہ اشرفیہ کے دوران ان دنوں ترتیب دیا تھا جب آپ تخصص فی الفقہ کی منزلیں طئے کررہے تھے۔

زیر نظر کتاب میں مفتی صاحب قبلہ نے اچھوتے اور جدید انداز میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی شخصیت کی کئی پہلوؤں پر گفتگو فرمائی ہے اور دلائل و براہین کی روشنی میں اپنے مدعا کو بخوبی ثابت فرمایا ہے۔ بیان کی سنجیدگی، زبان کی بلندی، طرز تحریر کی سادگی کے ساتھ معانی کی عمدگی اور عبارت کی متانت و برجستگی کتاب کو ایک امتیازی شان فراہم کررہی ہے، اس کتاب میں آپ ''اعلیٰ حضرت کا سوانحی خاکہ۔ امام احمد رضا ایک عظیم محدث۔ اعلیٰ حضرت ایک فَقِیدُ المثال فقیہ۔ امام احمد رضا ایک عظیم سائنس داں۔ امام احمد رضا اور حاشیہ نگاری۔ امام احمد رضا ایک تاریخ ساز شخصیت۔ عشق اعلیٰ حضرت کی جھلکیاں۔ امام احمد رضا بحیثیت مجدد۔ اعلیٰ حضرت ایک ولی کامل۔ کرامات اعلیٰ حضرت۔ ملک العلما اور حیات اعلیٰ حضرت۔ مفتی نقی علی خان کی حیات وخدمات'' جیسے عناوین کو پڑھ کر اعلیٰ حضرت کی شخصیت سے متعلق معرفت وعقیدت کے ایک جہاں نو کی تعمیر کریں گے۔ مجھے پوری امید بلکہ خدا کے کرم پر مکمل بھروسہ ہے کہ مصنف کتاب کو ضرور داد وتحسین کے ساتھ اپنی نیک دعاؤں سے نوازیں گے۔

مولیٰ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب قبلہ کی تمام خدمات کو قبول فرمائے خاص کر اس کتاب کو مقبول انام بنائے۔

تقریب

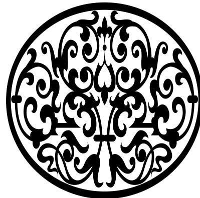
مصلح وقوم وملت حضرت علامہ الحاج محمد سبحان رضا قادری مصباحی
دارالعلوم تیغیہ معینیہ کانٹاپوکھر خضرپور۔امام وخطیب محمدوسیم صمد
مسجد مومن پور چھوٹی بازار کولکاتا

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ العزیز دنیاے علم وحکمت کے ان نابغہ روزگار اور عبقری شخصیات میں سے ہیں جن کی خدمات جلیلہ اور کارہاے نمایاں صفحہ دہر پر گوہر آبدار کی طرح چمک اور دمک رہے ہیں اور آج بھی دنیا ان سے فیضیاب ہورہی ہے۔آپ کی ہمہ جہت شخصیت پر لاتعداد مصنفوں،قلمکاروں،خطیبوں اور شاعروں نے اپنے اپنے طور پر قلمی ولسانی خراج پیش کیئے اور آج تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

اسی سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی محبّ گرامی محقق عصر حضرت علامہ مفتی محمد رفیق الاسلام مصباحی کی تالیف ''جلوہ اعلیٰ حضرت'' ہے۔فاضل مؤلف نے محدث بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی محدثانہ،مفسرانہ،مجتہدانہ مقام کواجاگر کرتے ہوئے دیگر اہم گوشوں کو بہت ہی خوبصورت،دلنشیں اور احسن پیراے میں اس کتاب میں بیان کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔موصوف بہترین عالم

دین، کامیاب مدرس، بے باک خطیب، مایہ ناز قلمکار اور بلند پایہ محقق ہیں، حلم وبردباری، محبت وملنساری، عجز وانکساری، خلوص وللّٰہیت اور معاملہ فہمی آپ کے نمایاں اوصاف ہیں تحقیق وتدقیق، توضیح وتنقیح، تجسس وتفحص، نکتہ آفرینی، بالغ نظری، دقیقہ سنجی اور دلائل کی پختگی یہ وہ خوبیاں ہیں جو آپ کی تحریر کا جزء لاینفک ہیں، آپ کے قلم حقیقت رقم سے درجنوں کتب ورسائل اور مضامین معرض وجود میں آچکے ہیں اب یہ ان کی تازہ ترین تالیف جشن صدسالہ کے موقع پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں بہترین خراج ہے اور عشق رضا کا ثبوت بھی۔

دعا ہے کہ مولیٰ کریم مؤلف کو مزید خدمت دین کی توفیق بخشے اور رسالہ کو مقبول عوام وخواص بنائے۔ آمین۔



اعلیٰ حضرت کا سوانحی خاکہ

ولادت

اللہ تبارک وتعالیٰ جب کسی بندہ کو نوازتا اور اس سے کوئی اہم کام لینا ہوتا ہے تو یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اس بندے کے لئے اس خدمت کے سلسلے میں پہلے ہی سے آسانیاں فراہم کر دیتا ہے اور پھر قدرتی طور پر اس کی مدد جاری رہتی ہے۔ چنانچہ یہی معاملہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی پیدائش سے وفات تک دیکھا جاتا رہا۔ ان کی پیدائش سے وفات تک رب العزت نے ان کی خصوصی مدد کی۔ ان کے پیدا ہونے سے پہلے (جبکہ وہ شکم مادر میں تھے) کسی مرد صالح نے ایک خواب دیکھا جو اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان قدس سرہ کی ذات سے متعلق تھا۔ خواب دیکھنے والے نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے دادا مولانا رضا علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیان کیا۔ اس واسطے کہ وہ اس زمانے میں تعبیر رؤیا میں بہت مشہور تھے اور اس خواب کا ان کی اپنی ذات سے بھی تعلق تھا۔ امام العلماء مفتی رضا علی خان علیہ الرحمہ نے خواب سن کر فرمایا کہ جب اس کی تعبیر آئے گی تو خود بتا دیں گے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس

سرہ کی ولادت باسعادت دس شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴/جون ۱۸۵۶ء بروز سنیچر بوقت ظہر محلّہ جسولی بریلی شریف یوپی میں ہوئی۔ پیدائشی نام ''محمد'' اور تاریخی نام ''المختار'' ہے۔آپ کے جدامجد امام العلماء مفتی رضا علی خان علیہ الرحمہ نے آپ کا نام ''احمد رضا'' رکھا۔خود اعلیٰ حضرت نے اپنی ولادت کا سن ہجری اس آیت کریمہ سے نکالا ہے:**اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ** (۱۲۷۲ھ) یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا ہے اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد فرمائی ہے۔

جب اعلیٰ حضرت قدس سرہ پیدا ہوئے تو امام العلماء مفتی رضا علی خان علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ یہ لڑکا اس خواب کی تعبیر ہے۔ یہ لڑکا خدا نے چاہا تو بڑا زبردست عالم ہوگا اور اس سے دین بڑی دور تک پھیلے گا۔

اعلیٰ حضرت کی پرورش بڑے ناز ونعم سے ہوئی۔ان کا گھر بھی بڑا خوش حال گھر تھا۔اعلیٰ حضرت کے والد ماجد مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ سات گاؤں کے زمیندار معافی دار مشہور تھے۔انہیں ہر قسم کی آسانیاں فراہم تھیں۔وہ بڑہیچ قبیلہ کے پٹھان تھے۔وہ سارے روہیل کھنڈ کے واحد مفتی تھے۔رؤسا شہر میں ان کا شمار تھا۔ان کے والد ماجد مولانا رضا علی خان صاحب سے اہل شہر کو والہانہ عقیدت تھی۔وہ مادرزاد ولی مشہور تھے۔وہی اس خاندان میں دینی دولت لائے۔(سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۳۹۔۴۰ بحذف واضافہ)

اعلیٰ حضرت کا عہد طفلی

اعلیٰ حضرت قبلہ بچپن میں بھی بچوں کے ساتھ نہ کھیلے۔ محلّہ کے بچے کبھی گھر میں آکر کھیلتے تو آپ ان کے کھیل میں شریک نہ ہوتے بلکہ دیکھا کرتے۔ اس زمانہ کے بچوں میں پتنگ اڑانے کا عام رواج تھا۔ آپ پتنگ بھی نہ اڑاتے بلکہ اگر کٹی ہوئی پتنگ آپ کے گھر آگرتی تو آپ اٹھاتے اور اپنے والد ماجد کے پلنگ کے نیچے رکھ دیتے۔ وہ آتے اور دریافت کرتے کہ میرے پلنگ کے نیچے پتنگ کس نے رکھ دی ہے عرض کیا جاتا کہ امن میاں (اعلیٰ حضرت کا چھوٹا نام) نے رکھی ہے۔ تو فرماتے انہوں نے پتنگ خود نہ اڑائی میرے اڑانے کے لئے رکھ دی ہے۔ ہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے لہو ولعب کے لئے پیدا نہیں کیا۔

اعلیٰ حضرت قبلہ کی زبان کھلی تو صاف تھی اور بچوں کی طرح کج مج نہ تھی، غلط الفاظ آپ کی زبان سے سنے ہی نہ گئے۔

جب آپ قرآن پاک پڑھتے تھے تو ایک روز آپ کے سبق میں عجیب ماجرا ہوا۔ استاذ نے ایک جگہ کچھ اعراب بتایا آپ نے استاذ کے بتانے کے خلاف پڑھا۔ انہوں نے دوبارہ کرخت آواز سے بتایا آپ نے پھر وہی پڑھا جو پہلے پڑھا تھا۔ آپ کے والد ماجد جو قریب ہی کمرے میں بیٹھے تھے انہوں نے سیپارہ منگا کر دیکھا تو سیپارے میں استاذ کے بتانے کے موافق تھا۔ آپ بھی وہاں چونکہ کتابت کی غلطی محسوس کر رہے تھے آپ نے قرآن پاک منگایا، اس

میں وہی اعراب پایا جو اعلیٰ حضرت نے بار بار پڑھا تھا۔ آپ نے بیٹے سے دریافت کیا کہ تمہیں جو استاذ بتاتے تھے وہی تمہارے سیپارے میں بھی تھا تم نے استاذ کے بتانے کے بعد بھی نہیں پڑھا۔ اعلیٰ حضرت نے عرض کیا: میں نے ارادہ کیا کہ استاذ کے بتانے کے موافق پڑھوں مگر زبان نے یارا نہ دیا۔ اس پر ان کے والد ماجد وفور مسرت سے آبدیدہ ہو گئے اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس بچے کو ماانزل اللہ کے خلاف پر قدرت ہی نہیں دی گئی ہے۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، ص:۴۲)

امام احمد رضا قدس سرہ نے خود فرمایا: میں اپنی مسجد کے سامنے کھڑا تھا، اس وقت میری عمر ساڑھے تین سال ہوگی، ایک صاحب اہل عرب کے لباس میں ملبوس جلوہ فرما ہوئے، یہ معلوم ہوتا تھا کہ عربی ہیں، انہوں نے عربی زبان میں مجھ سے گفتگو بھی فرمائی، میں نے ان کی زبان میں گفتگو کی، میں نے ان بزرگ ہستی کو پھر کبھی نہ دیکھا۔

تعلیم وتربیت

آپ کی عمر ابھی چار سال تھی کہ آپ نے قرآن عظیم کا ناظرہ ختم کر لیا اور چھ سال کی عمر میں بڑے بڑے علما وفضلا کی موجودگی میں میلاد رسول کے موضوع پر نہایت کامیاب اور علمی تقریر فرمائی جسے خوب خوب پسند کیا گیا۔ آٹھ سال کی عمر میں فن نحو کی مشہور کتاب ہدایۃ النحو کی عربی زبان میں ایک جامع شرح لکھ کر اہل علم وفن کو حیرت واستعجاب میں ڈال دیا، امام احمد رضا قادری قدس سرہ نے تمام مروجہ

علوم وفنون اپنے والد ماجد غزالیٔ زماں مولانا نقی علی خان علیہ الرحمۃ سے پڑھ کر تقریباً چودہ سال کی عمر میں سند فضیلت حاصل کی، اور مسند درس وافتا کو زینت بخشی، والد ماجد کے علاوہ حضرت سیدنا شاہ آل رسول مارہروی، علامہ احمد بن زینی دحلان مفتی مکہ مکرمہ، علامہ عبد الرحمٰن مکی، علامہ حسین بن صالح مکی، اور حضرت مولانا شاہ سید ابوالحسین احمد نوری رحمھم اللہ تعالیٰ سے بھی استفادہ فرمایا۔ آپ نے کچھ علوم تو اپنے زمانے کے متبحر علمائے کرام سے پڑھے باقی علوم خداداد قابلیت کی بنا پر مطالعہ کے ذریعہ حل کئے اور تقریباً پچپن علوم وفنون میں محیر العقول مہارت حاصل کیا اور تقریباً ہر فن میں تصانیف بھی یادگار چھوڑیں۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ، ۱۴/رمضان المبارک ۱۲۸۶ھ ۱۸۷۰ء کو پونے چودہ سال کی عمر میں علوم دینیہ کی تحصیل سے فارغ ہوئے، اسی دن رضاعت کے مسئلے کا جواب لکھ کر اپنے والد ماجد خاتم المتکلمین علامہ نقی علی خان بریلوی رحمہ اللہ (علامہ نقی علی خان رحمہ اللہ کی حیات وخدمات پر بھی ایک مضمون اس کتاب میں شامل ہے) کی خدمت میں پیش کیا جو بالکل صحیح تھا، اسی دن سے فتویٰ نویسی کا کام آپ کے سپرد ہوا۔ اس دن سے آخر عمر تک فتویٰ نویسی کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ اور فتاویٰ رضویہ کی ضخیم بارہ جلدوں کا گراں قدر سرمایہ (جسے ارباب فقہ وبصیرت نے اس دور کا فقہی انسائیکلو پیڈیا کہا) امت مسلمہ کو دے گئے۔ اور قرآن پاک کا مقبول انام ترجمہ لکھا جو ''کنز الایمان'' کے نام سے مشہور ومعروف ہے۔

اعلیٰ حضرت نے طریقت کی تعلیم حضرت مرشد برحق استاذ العارفین مولانا سید آل رسول مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کی۔سید آل رسول مارہروی کے وصال کے بعد طریقت کی تعلیم نیز ابتدائی علم تکسیر وابتدائی علم جفر وغیرہ استاذ السالکین حضرت مولانا سید ابوالحسین احمد نوری مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل فرمایا۔

بیعت وخلافت

ایک روز اعلیٰ حضرت قبلہ کسی خیال میں روتے روتے سو گئے،اس لئے کہ قیلولہ (دوپہر کو لیٹنا جو سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے) اس خاندان میں اب تک رائج ہے۔اعلیٰ حضرت قبلہ بھی اس سنت پر مدۃ العمر عامل رہے۔خواب میں اعلیٰ حضرت قبلہ کے دادا حضرت مولانا رضا علی خان صاحب تشریف لائے اور فرمایا: وہ شخص عنقریب آنے والا ہے جو تمہارے اس درد کی دوا کرے گا،چنانچہ اس واقعہ کے دوسرے یا تیسرے روز تاج الفحول حضرت مولانا عبد القادر صاحب بدایونی علیہ الرحمہ تشریف لائے ،ان سے بیعت کے متعلق مشورہ ہوا اور یہ طئے ہوا کہ جلد ہی مارہرہ شریف چل کر بیعت ہوجانا چاہیئے ،چنانچہ یہیں سے یہ تینوں حضرات مارہرہ شریف چل پڑے(اعلیٰ حضرت ،ان کے والد ماجد اور حضرت مولانا عبد القادر صاحب)جب حضرت مارہرہ شریف پہنچے اور آستانہ عالیہ برکاتیہ پر حاضری ہوئی تو وہاں کے صاحب سجادہ

حضرت سیدنا ومولانا آل رسول قدس سرہ سے اعلیٰ حضرت قبلہ اوران کے والد ماجد کی پہلی ملاقات ہوئی تو انہوں نے اعلیٰ حضرت قبلہ کو دیکھتے ہی جو الفاظ فرمائے تھے وہ یہ تھے"آیئے ہم تو کئی روز سے آپ کے انتظار میں تھے"اعلیٰ حضرت اوران کے والد ماجد بیعت ہوئے اور مرشد برحق نے تمام سلاسل کی اجازت عطا فرما کرتاج خلافت اعلیٰ حضرت کے سر پر اپنے دست کرم سے رکھ دیا۔یوں یہ خلش جس کے لئے اعلیٰ حضرت روتے تھے رب العزت نے نکال دی۔

شریعت کی تعلیم وتربیت باپ سے ملی تھےاورطریقت کی تکمیل پیرومرشد نے کردی اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ شریعت وطریقت دونوں کے امام ہوگئے۔بعض مریدین نے جواس وقت حاضر تھےسیدنا آل رسول قدس سرہ سے عرض کیا کہ حضوراس بچے پر یہ کرم کہ مرید ہوتے ہی تمام سلاسل کی اجازت وخلافت عطا ہوگئی نہ ضروری ریاضت کاحکم ہوا، نہ چلہ کشی کرائی،اس کے جواب میں حضرت سیدنا آل رسول نے فرمایا: کہ تم کیا جانو، یہ بالکل تیارآئے تھے،انہیں صرف نسبت کی ضرورت تھےتو یہاں آکر وہ ضرورت بھی پوری ہوگئی۔یہ فرما کر آبدیدہ ہوگئے اورفرمایا کہ رب العزت دریافت فرمائے گا کہ آل رسول تو دنیا سے ہمارے لئے کیا لایا،تو میں احمد رضا کو پیش کردوں گا۔(سیرت اعلیٰ حضرت ،ص:۵۱۔۵۲)

اعلیٰ حضرت کا نسب نامہ

امام احمد رضا بن مولانا نقی علی خاں بن مولانا رضا علی خان بن حافظ کاظم علی خان بن محمد اعظم خان بن سعادت یار خان بن سعید اللہ خان ولی عہد ریاست قندھار افغانستان وشجاعت جنگ بہادر علیہم الرحمۃ والرضوان

وصال

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے وصال کے روز ۲ ربجے کے بعد پانی طلب فرمایا جو پیش کیا گیا۔ پانی پی کر کلمۂ طیبہ پڑھنے لگے کچھ دیر کے بعد صرف اسم جلالت، اللہ، اللہ کا ورد فرمایا یہاں تک کہ دو بج کے ۳۸ رمنٹ پر داعی اجل کو لبیک کہا اور ان کی روح پاک اپنے رفیق اعلیٰ کی بارگاہ میں چلی گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۸ راکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ۔ دو بج کر اڑتیس منٹ ہوئے تھے جبکہ دنیائے اسلام میں خطیب منبروں پر خطبوں میں بلند آواز سے پڑھ رہے تھے "**اللھم انصر من نصر دین محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وجعلنا منھم**" اے اللہ اس کی مدد کر جس نے تیرے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دین کی مدد کی اور ہمیں بھی ان کی ہمراہی کا شرف عطا فرما۔ ان کی روح ان دعاؤں کی جھرمٹ میں ملی جلی بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوگئی۔

امام احمد رضا ایک عظیم محدث

قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول ومبادی اور دین اسلام کے تمام اصولی وفروعی احکامات کو اجمالا بیان فرمادیا جن کی تشریح وتوضیح بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں، احکام اسلام کی عملی صورت بیان کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اسوۂ حسنہ کی اہمیت جگ ظاہر ہے، احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر مہیا کرتی ہیں۔ قرآن کریم کے احکام کی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال وافعال اور تقریر کی پیروی بھی ہمارے لئے لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا حکم ہمیں دیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''واطیعو االله والرسول لعلکم ترحمون۔ (اٰل عمران: ۳، آیت نمبر: ۱۳۲) اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اس امید پر کہ تم رحم کئے جاؤ اور ارشاد فرماتا ہے: وماا ٰتکم الرسول فخذوہ ومانھکم عنه فانتھوا۔ (الحشر: ۵۹، آیت نمبر: ۷) اور رسول تم کو جو دیں وہ لے لو اور جن سے روکیں اس سے باز آجاؤ۔ اور ارشاد ربانی ہے: لقد کان لکم فی رسول الله اسوۃ حسنة۔ (الاحزاب: ۳۳، آیت نمبر: ۲۱) تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونۂ عمل ہے۔

جس طرح حضرات صحابہ کے لئے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات بنفس نفیس سر چشمۂ ہدایت تھی اسی طرح ہمارے لئے آپ علیہ السلام کی احادیث طیبہ منبع ومخزن ہدایت ہیں۔

احادیث مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا کی اسی اہمیت کے پیش نظر ہر دور میں علما وصلحاء امت نے اس کے جمع وترتیب اور تحریر وتصنیف کا خوب خوب اہتمام کیا۔ اس کارخیر میں شبانہ روز قربانیں دینے والوں کی ایک بڑی جماعت ہے جنھیں ہم فقہا اور محدثین کی جماعت کہتے ہیں، اسی مقدس جماعت میں ایک روشن نام جامع العلوم والفنون اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلی کا بھی ہے۔ایک محدث کے لئے جن علوم وفنون پر مہارت ضروری ہوتی ہے اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ ورسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرمایا ہے، آپ علم حدیث، اصول حدیث، معرفت حدیث، طرق حدیث، علل حدیث، مصطلحات حدیث، راویان حدیث، مراتب حدیث اور علم اسماء الرجال وغیرہ میں یگانۂ روزگار تھے دور دور تک آپ کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔فقہا و محدثین میں علم وتحقیق کے اعتبار سے امام احمد رضا کی شخصیت کوہ ہمالہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

امام احمد رضا محدث بریلی کو علم حدیث میں کتنا درک تھا اور آپ کو کتنی حدیثیں مستحضر تھیں اس کا کچھ اندازہ اس اعداد وشمار سے کیا جا سکتا ہے۔مولانا محمد عیسیٰ رضوی دیناجپوری نے امام احمد رضا قدس سرہ کے فتاویٰ کا مجموعہ ’’فتاویٰ

رضویہ“ میں درج احادیث کو بنام ”امام احمد رضا اور علم حدیث“ جمع کیا تو صرف غیر مکررہ احادیث کی تعداد، ۳۵۹۱/ تک جا پہنچی۔مولانا محمد حنیف خان رضوی بریلوی نے ”فتاویٰ رضویہ“ اور آپ کی دیگر کچھ کتابوں سے احادیث کو اخذ کیا تو یہ تعداد بھی ۳۶۶۳/ کو پہنچ گئی جو ”جامع الاحادیث“ کے نام سے شائع ہوچکی ہے۔اسی طرح (۱) **الامن و العلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء**۔اس کتاب میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے تین سو احادیث کریمہ سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دافع البلا کہنے کا اثبات واحقاق فرمایا ہے۔(۲) **تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین**۔اس رسالہ میں ڈھائی سو احادیث کریمہ سے سارے انبیا ومرسلین پر سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیادت مطلقہ اور فضیلت کبریٰ کا اثبات فرمایا ہے۔(۳) **جزاء اللہ عدوہ بابائہ ختم النبوۃ**۔اس میں ایک سو احادیث طیبہ سے حضور شافع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ثابت کیا ہے۔(۴) **الزبدۃ الزکیۃ لتحریم سجود التحیۃ**۔اس کتاب میں امام احمد رضا قدس سرہ نے سجدۂ تعظیمی کی حرمت پر چالیس احادیث صحیحہ سے استدلال فرمایا ہے۔اس طرح کی سینکڑوں کتابیں آپ کی ہیں جو احادیث رسول سے جگمگا رہی ہیں یقیناً یہ کتابیں آپ کی علم حدیث میں وسعت مطالعہ اور مہارت وبالغ نظری کا پتہ دے رہی ہیں۔

صدر الافاضل علامہ سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ اعلیٰ حضرت امام

احمد رضا علیہ الرحمہ کی حدیث دانی کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: ’’علم حدیث میں بھی وہ (اعلیٰ حضرت) فرد تھے، اپنا ہمتا نہ رکھتے تھے، علم رجال میں ان کو وہ دستگاہ حاصل تھی کہ ایک ایک راوی کے حالات نوک زبان پر تھے اور معنی میں بحث، ناسخ ومنسوخ کی تمیز، متعارضین کی توفیق یہ تو ان کا خاص حصہ تھا..... علم تفسیر واصول فقہ واصول حدیث وعقائد وکلام وادب وعروض میں آپ اپنا جواب نہ رکھتے تھے اور اگر آپ کی نظیر تلاش کی جائے تو آج سے دو صدی قبل کے علما کی جستجو کرنا پڑے گی۔ بہت سے علوم وہ ہیں جو آپ کے ساتھ ہی دفن ہو گئے اور آپ کے زمانہ میں کوئی ان علوم میں کامل تو کیا ناقص بھی نہ پایا گیا‘‘۔ (افاضات صدر الافاضل بحوالہ اعلیٰ حضرت کا فقہی مقام، ص:۱۱،۱۲)

حجۃ العصر حافظ بخاری حضرت علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ سے حضور محدث اعظم ہند نے معلوم کیا کہ حدیث میں امام احمد رضا کا کیا مرتبہ ہے؟ فرمایا: ’’وہ اس وقت امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ پھر فرمایا: صاحبزادے! اس کا مطلب سمجھا؟ یعنی اگر اس فن میں عمر بھر ان کا تلمذ کروں تو بھی ان کے پاسنگ کو نہ پہونچوں۔ آپ نے کہا: سچ ہے: ولی را ولی می شناسد و عالم را عالم می داند‘‘۔ (جامع الاحادیث، ج:۱، ص:۴۰۷، مقدمہ)

امام احمد رضا محدث بریلوی سے سوال ہوا کہ آپ نے حدیث کی کون کون سی کتابیں پڑھی یا پڑھائی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ’’مسند امام اعظم، مؤطا

امام محمد، کتاب الآثار، کتاب الحج، شرح معانی الآثار، مؤطا امام مالک، مسند امام شافعی، مسند امام احمد، سنن دارمی، بخاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، خصائص نسائی، ملتقی ابن الجارود، علل متناہیہ، مشکوۃ، جامع کبیر، جامع صغیر، ملتقی ابن تیمیہ، بلوغ المرام، عمل الیوم واللیلہ، الترغیب والترہیب، خصائص کبریٰ، الفرج بعد الشدۃ، کتاب الاسما والصفات وغیرہا پچاس سے زائد کتب حدیث میرے درس وتدریس اور مطالعہ میں رہیں‘‘۔

(جامع الاحادیث، ج:۱،ص۴۰۹،مقدمہ)

اب تک امام احمد رضا کی ساڑھے تین سو کتب ورسائل میں تقریبا چار سو کتابوں کے حوالے احادیث مبارکہ کے تعلق سے ملے۔حدیث کی یہ کتابیں ابھی ہماری تحقیق وتلاش کے مطابق ہیں ورنہ امام احمد رضا فاضل بریلوی کی تمام تصانیف کی تعداد تو تقریبا ایک ہزار ہے تو ابھی یہ کہنا نہایت مشکل ہے کہ حدیث کی تمام کتابوں کی تعداد جو ان کے مطالعہ میں رہیں کتنی ہیں‘‘۔(حوالہ سابق)

علم الحدیث میں امام احمد رضا کے کمال کا اندازہ محدث اعظم ہند سید محمد کچھوچھوی علیہ الرحمہ کے اس اقتباس سے بخوبی کیا جا سکتا ہے:’’علم الحدیث کا اندازہ اس سے کیجئے کہ جتنی حدیثیں فقہ حنفی کی ماخذ ہیں ہر وقت پیش نظر اور جن حدیثوں سے فقہ حنفی پر بظاہر زد پڑتی ہے اس کی روایت ودرایت کی خامیاں ہر وقت ازبر، علم الحدیث میں سب سے نازک شعبہ علم اسماء الرجال ہے، اعلیٰ

حضرت کے سامنے کوئی سند پڑھی جاتی اور راویوں کے بارے میں دریافت کیا جاتا تو ہر راوی کی جرح وتعدیل کے جو الفاظ فرمادیتے تھے اٹھا کر دیکھا جاتا تو تقریب وتہذیب اور تذہیب میں وہی لفظ مل جاتا، اس کو کہتے ہیں علم راسخ اور علم سے شغف کامل اور علمی مطالعہ کی وسعت''۔(مقالات یوم رضا، ج:۱،ص:۴۱)

علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے علم حدیث میں مہارت پر یوں رقم طراز ہیں: ''امام احمد رضا بریلوی علم حدیث اور اس کے متعلقات پر وسیع اور گہری نظر رکھتے تھے، طرق حدیث، مشکلات حدیث، ناسخ ومنسوخ، راجح ومرجوح، طرق تطبیق، وجوہ استدلال اور اسماء رجال یہ سب امور انہیں مستحضر رہتے تھے۔امام احمد رضا بریلوی جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں دلائل وبراہین کے انبار لگادیتے ہیں، وہ کسی بھی مسئلے پر طائرانہ نظر ڈالنے کی بجائے بحث وتحقیق کی انتہا کو پہنچتے ہیں۔مسائل کی تنقیح اور تفصیل پر آتے ہیں تو دریا کی روانی اور سمندر کی وسعت کا نقشہ نظر آتا ہے۔متقدمین فقہا کے اقوال مختلفہ میں تطبیق دیتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اختلا ف تھا ہی نہیں۔''(فتاویٰ رضویہ مترجم ج:۱،حصہ:۱،ص:۱۴،کلمات آغاز)

۱۳۰۳ھ میں مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے تاسیسی جلسہ میں علماء سہارنپور، لاہور، کانپور، جونپور، رامپور، بدایوں کی موجودگی میں حضرت محدث سورتی کی خواہش پر حضرت فاضل بریلوی نے علم حدیث پر متواتر تین گھنٹوں تک

پر مغز اور مدلل کلام فرمایا۔ جلسہ میں موجود سارے علمائے کرام نے حیرت واستعجاب کے ساتھ سنا اور کافی تحسین کی۔مولانا خلیل الرحمٰن بن مولانا احمد علی محدث سہارنپوری نے تقریر ختم ہونے پر بے ساختہ اٹھ کر حضرت فاضل بریلوی کی دست بوسی کی اور فرمایا: کہ اگر اس وقت والد ماجد ہوتے تو وہ علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے اور انہی کو اس کا حق بھی تھا۔محدث سورتی اور مولانا محمد علی مونگیری نے بھی اس کی پرزور تائید کی۔(جامع الاحادیث: ج:۱،ص:۷۰۴،مقدمہ)

علم حدیث کے عملی نمونہ کا نام امام احمد رضا ہے بقول پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد علیہ الرحمہ: امام احمد رضا علیہ الرحمہ کے شعور پر علم حدیث چھایا ہوا تھا،ان کا ظاہر وباطن سنت کے رنگ میں رنگا ہوا تھا،کوئی بات،کوئی کام،کوئی تحریر حدیث کے خلاف نہ تھی۔ان کی شاعری میں بھی اکثر اشعار احادیث کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں۔علم حدیث میں امام احمد رضا کی کمال مہارت ووسعت کو دیکھ کر علمائے عرب نے آپ کو امام المحدثین ،شیخ المحدثین علی الاطلاق کے معزز لقب سے یاد کیا۔علم حدیث میں آپ کے تبحر،بصیرت اور بالغ نظری کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ علمائے عرب بالخصوص علمائے حرمین شریفین نے آپ سے علم حدیث میں اجازتیں لیں۔عجمی علما میں آپ کی ذات اس حیثیت سے بھی منفرد نظر آتی ہے کہ دنیائے عرب میں جس طرح آپ

کی قدر و منزلت ہوئی اور جتنے علما نے آپ سے اجازات وسندات حدیث لی ایسے کسی اور عجمی عالم سے نہیں۔

احادیث کی سندوں پر بحث اور ان سندوں کے راویوں کے حالات پر نظر رکھنا پھر ان میں ثقہ، ضعیف، تام الضبط، متروک اور متکلم فیہ وغیرہ کی معرفت حاصل کرنا، پھر ان احادیث کے درمیان صحیح، اصح، حسن، ضعیف، موضوع، معلل، شاذ، مشہور، متواتر، غریب اور عزیز وغیرہ میں امتیاز کرنا، علم حدیث کا ایک نہایت دقیق اور مشکل پہلو ہے۔ ایک محدث کے لیئے اس پہلو (اسماء الرجال) پر قدرت اور مکمل دسترس ضروری ہے۔ محدث بے مثال امام احمد رضا قادری قدس سرہ اس میدان میں بھی نمایاں اور ممتاز نظر آتے ہیں چنانچہ آپ نے اسماء الرجال جیسے مشکل مرحلہ کو بھی جس حسن وخوبی کے ساتھ سر کیا ہے اس کا اندازہ ذیل کی تفصیل سے بخوبی ہوسکتا ہے۔

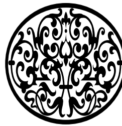
سوال ہوا کہ زید نے اپنی ساس سے زنا کیا اور اس کی بیوی کو بھی اس کا علم ہے تو اب زید پر اس کی بیوی حرام ہوئی یا نہیں؟ امام احمد رضا قادری قدس سرہ جو اس کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں اس کا خلاصہ پیش ہے: زید کی بیوی اس پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی اگر چہ اس کی بیوی کو اس کے ناجائز تعلقات کی خبر بھی نہ ہو اور اس کا نکاح فاسد ہو گیا، اور فاسد شدہ نکاح کا فسخ کردینا فرض ہے البتہ نکاح خود بخود زائل نہیں ہوتا جب تک کہ زید متارکہ نہ کرلے، یہی حکم قرآن کریم

واحادیث نبویہ سے ثابت ہے اور یہی اکابر صحابۂ کرام، ائمۂ کرام اور فقہائے عظام کا مذہب ہے۔ کچھ لوگ اس حکم کے مخالف ہیں اور فرماتے ہیں کہ بیوی حرام نہیں ہوئی اور دلیل میں یہ حدیث ''**لا یحرم الحرام الحلال**'' حرام حلال کو حرام نہیں کرتا، حالانکہ یہ حدیث سخت ضعیف وساقط اور ناقابل احتجاج ہے، سنن ابن ماجہ میں اس حدیث کی ایک روایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی آئی ہے اور اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسحٰق ابن ابی فروہ ہیں جو کہ محدثین کے نزدیک متکلم فیہ ہیں، اب ہمیں اصل گفتگو اسی راوی کے تعلق سے کرنی ہے کہ یہ راوی متکلم فیہ ہیں یا متروک البتہ یہ طئے ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے جملہ محدثین کے نزدیک۔ اس حدیث کی سند یہ ہے: **حدثنا یحیی بن معلی بن منصور ثنا اسحق ابن محمد الفروی ثنا عبد اللہ ابن عمر عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یحرم الحرام الحلال** ۔ اس حدیث کے راوی اسحٰق بن محمد فروی کو امام عبدالحق اور امام ابن ہمام اور امام ابوالفرج نے متروک قرار دیا، چنانچہ امام عبدالحق نے احکام میں اس حدیث کو ذکر کر کے فرمایا: **فی اسنادہ اسحق ابن ابی فروہ وھو متروک** ۔ اس کی اسناد میں اسحٰق ابن ابی فروہ ہے اور وہ متروک ہے، **نقلہ عنہ المحقق فی الفتح** ۔ امام ابوالفرج نے علل متناہیہ میں فرمایا: یہ حدیث اسحٰق بن محمد فروی نے بسند خود حضرت عبداللہ

بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
: حرام حلال کو حرام نہیں کرتا۔ امام یحیی بن معین نے فرمایا: فروی کذاب ہے، امام
بخاری نے فرمایا: محدثین کے نزدیک متروک ہے۔ اب امام احمد رضا قادری
قدس سرہ کی تحقیقات جلیلہ اور ان تینوں اماموں پر معروضات ملاحظہ کیجئے اور داد
تحقیق دیجئے، چنانچہ آپ رقم طراز ہیں: سبحٰن من لا ینسی حافظین جلیلین عبد الحق
وابی الفرح کو التباس واقع ہوا، اسحٰق بن ابی فروہ خواہ اسحٰق فروی دو ہیں ایک اسحٰق
بن عبد اللہ بن ابی فروہ تابعی معاصر و تلمیذ امام زہری رجال ابوداؤد و ترمذی وابن
ماجہ سے یہی متروک ہے اسی کو امام بخاری نے ترکوہ فرمایا...... تہذیب
التہذیب میں ہے: **قال ابو زرعة وجماعة متروک** ...... میزان میں
ہے: **لم ار احدامشاہ وقال ابن معین وغیرہ لا یکتب
حدیثه**...... غرض یہ بالاتفاق متروک ہے مگر یہ قدیم ہے ۱۳۶ھ میں انتقال کیا **قاله
ابن فدیک** یا ۱۴۴ھ میں **کما قاله ابن سعد وغیر واحد وھو
الصحیح کما فی تذھیب التھذیب**، یحیی بن معلیٰ نے کہ طبقۂ حادیہ عشرہ
سے ہیں اسے کہاں پایا۔ دوم اس کے بھائی کے پوتے اسحٰق بن محمد بن اسمٰعیل بن
عبد اللہ بن ابی فروہ یہ تبع تابعین سے بھی نہیں ان کے تلامذہ سے ہیں، رجال
بخاری و ترمذی وابن ماجہ سے، امام بخاری کے استاذ ہیں ۲۲۶ھ میں انتقال کیا یہ
ہرگز متروک نہیں، امام بخاری نے خود جامع صحیح میں ان سے روایت کی تو ان کی

نسبت ترکوہ کیوں کرفرماتے، ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا اور ابو حاتم وغیرہ نے صدوق کہا البتہ کلام سے خالی یہ بھی نہیں...... پُر ظاہر کہ اس حدیث کے راوی یہی اسحٰق بن محمد فروی متکلم فیہ ہیں نہ وہ اسحٰق بن عبداللہ فروی متروک اھ (فتاویٰ رضویہ ج ۵/ ۲۴۷۔۲۴۹، کتاب النکاح)

مذکورہ بالا تفصیل کی روشنی میں امام احمد رضا قادری قدس سرہ کا مقام علم حدیث اور اسماء الرجال میں بخوبی نمایاں وممتاز ہے، جہاں امام عبدالحق، امام ابو الفرح، اور محقق علی الاطلاق امام ابن ہمام جیسے جلیل القدر محققین سے التباس واقع ہوا، آپ نے ایسے مقام کو بھی جس حسن وخوبی کے ساتھ حل کیا ہے یقیناً وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی تصنیفات میں ایسے بے شمار مقامات ہیں جنہیں آپ نے اپنی وسعت نظر، جودت فکر، کمال فقاہت اور حسن تدقیق سے حل فرما کر ایسی تحقیقات پیش کی جو آپ سے پہلے کسی مصنف کے قلم سے رونما نہ ہوسکیں۔



اعلیٰ حضرت ایک فَقِیدُ المثال فقیہ

اللہ تبارک وتعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کا فقیہ بناتا ہے ''من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین'' امام احمد رضا قادری قدس سرہ بلا شبہ ایک فقید المثال فقیہ تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کی فقاہت وتبحر علمی کا اپنے تو اپنے غیروں نے بھی برملا اعتراف کیا۔ چنانچہ علامہ عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ اس سلسلے میں رقم طراز ہیں: لطف کی بات یہ ہے کہ امام احمد رضا بریلوی سے شدید اختلاف رکھنے والے بھی ان کی تبحر علمی کے قائل ہیں کون نہیں جانتا کہ امام احمد رضا بریلوی نے ندوۃ العلما کی صلح کلیت کا سخت تعاقب اور رد کیا تھا، اس کے باوجود ندوہ کے ناظم اعلیٰ علامہ ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں ''ان کے زمانے میں فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر آگاہی میں شاید کوئی ان کا ہم پلہ ہو، اس حقیقت پر ان کا فتاویٰ اور ان کی کتاب کفل الفقیہ شاہد ہے جو انھوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظّمہ میں لکھی'' (فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۱/ کلمات آغاز)

امام احمد رضا ایک ایسا بحر بیکراں ہیں جہاں سے بے شمار نہریں پھوٹتی ہیں۔ وہ ہر علم وفن میں مہارت رکھتے تھے مگر فقہ میں ان کو جو تبحر اور گہرائی حاصل تھی اس میں وہ اپنی نظیر آپ تھے۔ پروفیسر عبد الفتاح ابوغدہ (پروفیسر کلیۃ الشریعہ، محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض) نے جب فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد کا ایک

عربی فتویٰ مطالعہ فرمایا تو وہ پھڑک گئے اور دل نے کہا کہ یہ اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے (امام احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں،ص:۱۹۴)

امام احمد رضا مرجع علما ومشائخ تھے پاک وہند کے کسی مفتی کو یہ مرجعیت حاصل نہیں ہوئی۔

پاک وہند کے مشہور ومعروف مفتی شاہ محمد مظہر اللہ نقشبندی، مجددی، دہلوی اور ولی کامل شاہ محمد رکن الدین الوری نقشبندی، مجددی نے مختلف مسائل کے سلسلے میں امام احمد رضا سے استفادہ کیا۔

مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی نے اضحیہ سے متعلق ایک استفتا ارسال فرمایا۔ امام احمد رضا کا جواب مطالعہ فرما کر وہ حیران رہ گئے۔یہی فتویٰ جب مفتی محمد کفایت اللہ دیوبندی نے ملاحظہ کیا تو برملا اعتراف کیا ’’مولانا احمد رضا خان کا علم بہت وسیع تھا‘‘۔

امام احمد رضا کے کمال فقاہت پر دو رائے نہیں، موافق ومخالف سب ایک رائے ہیں، اور علماء عرب وعجم سب متفق ہیں۔.... بلاشبہ امام احمد رضا بے مثال فقیہ تھے۔(امام احمد رضا کی فقہی بصیرت،ص:۱۵۔۱۶، از تقدیم، پروفیسر مسعود احمد رحمہ اللہ)

ملک غلام علی صاحب نائب مولانا ابوالاعلی مودودی اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تبحر علمی وفقہی کے حوالے سے لکھتے ہیں: ’’حقیقت یہ کہ مولانا احمد رضا خان

صاحب کے بارے میں اب تک ہم لوگ سخت غلط فہمی میں مبتلا رہے ہیں ان کی بعض تصانیف اور فتاویٰ کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ جو علمی گہرائی میں نے ان کے یہاں پائی ہے وہ بہت کم علما میں پائی جاتی ہے اور عشق خدا اور رسول تو ان کی سطر سطر سے پھوٹا پڑتا ہے۔(امام احمد اور رد بدعات ومنکرات،ص:۹۱)

ایک فقیہ کے لیئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے وہ آپ کو بدرجۂ اتم حاصل تھے۔سیکڑوں کتابیں اس پر شاہد عدل ہیں۔

یہ پہلو بھی لائق توجہ ہے کہ عام طور پر مفتیان کرام کی طرف عوام الناس رجوع کرتے ہیں اور احکام شرعیہ دریافت کرتے ہیں،فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوتی ہے کہ امام احمد رضا بریلوی کی طرف رجوع کرنے والوں میں بڑی تعداد ان حضرات کی ہے جو بجائے خود مفتی تھے مصنف تھے، جج تھے یا وکیل تھے۔(فتاویٰ رضویہ میں علما و دانشور حضرات کے استفتا کی تعداد تقریبا پندرہ سو ہے)امام احمد رضا قادری قدس سرہ کی جلالت علمی کا یہ عالم تھا کہ ان سے جو عالم بھی ملا،عقیدت واحترام سے ملا اور ہمیشہ کے لئے ان کا مداح بن گیا۔امام احمد رضا قادری قدس سرہ میں بہت سی مجتہدانہ خصوصیات پائی جاتی ہیں اور ان کے بیان واستدلال میں واضح طور پر اجتہاد کی جھلک دکھائی دیتی ہے،اس کے باوجود آپ یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ میں مجتہد ہوں اور

براہ راست کتاب وسنت سے استدلال کرتا ہوں بلکہ آپ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد کی حیثیت سے فتویٰ دیتے ہیں اور مذہب حنفی کی تائید وحمایت میں ہی دلائل فراہم کرتے ہیں۔آپ نے کثیر مقامات میں اکابر فقہائے متقدمین سے اختلاف کیا ہے لیکن کیا مجال کہ ان کی شان میں بے ادبی کا کوئی کلمہ کہہ دیں یا ایسا کلمہ کہہ دیں جو ان کے شایان شان نہ ہو، آپ اپنی تنقید وگرفت کو معروضہ یا تطفل سے تعبیر کرتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز کی فقہی گہرائی وگیرائی اور تبحر پر جہازی سائز میں بارہ ضخیم مجلدات بنام ''العطا یا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ'' قدیم جو جدید انداز میں تخریج کے ساتھ تیس جلدوں میں شائع ہوا ہے، شاہد عدل ہے۔

فتاویٰ رضویہ کو ارباب فقہ وبصیرت نے اس دور کا فقہی انسائیکلو پیڈیا کہا ہے۔ اس کے علاوہ سیکڑوں کتابیں اس پر مستزاد۔ **ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔**

امام احمد رضا ایک عظیم سائنس داں

امام احمد رضا خان محقق بریلوی علیہ الرحمہ کی ولادت باسعادت ۱۰/شوال ۱۲۷۲ھ ۱۴/جون ۱۸۵۶ء بروز ہفتہ بوقت ظہر بریلی شریف میں ہوئی اور آپ کا وصال ۲۵/صفر ۱۳۴۰ھ ۲۸/اکتوبر ۱۹۲۱ء بروز جمعہ دو بجکر اڑتیس منٹ پر دوران اذان جمعہ ہوا۔ تیرہ سال دس مہینہ پانچ دن کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کا سینہ علوم وفنون کا گنجینہ تھا، آپ کو پچاس علوم وفنون پر نہ صرف مہارت تامہ حاصل تھی بلکہ ان سارے فنون میں آپ کی تصنیفات بھی موجود ہیں جو آپ کی مہارت پر شاہد عدل ہیں۔ یوں تو امام احمد رضا خاں قدس سرہ جملہ علوم وفنون چاہے وہ منقولہ ہوں یا معقولہ سب میں ہر حیثیت سے یگانۂ روزگار اور اپنی مثال آپ تھے۔ سائنس اس کے جملہ شاخوں کے ساتھ یعنی ریاضی وہندسہ، تکسیر، علم الوفق، جفر، توقیت، ہیئت، زیجات، حساب، ارثماطیقی، جبر ومقابلہ اور تنجیم میں بھی آپ کی خداداد صلاحیت وقابلیت نقطۂ عروج کو پہنچی ہوئی تھی۔

علم سائنس میں آپ کی قوت واستعداد کو دیکھ کر عصر حاضر اور ماضی کے دانشوران محو حیرت ہیں۔ ان علوم معقولہ میں آپ کی دسترس کی ایک جھلک پیش کی جارہی ہے جن سے آپ کو بھی اندازہ ہو جائے گا کہ علم سائنس میں بھی دیگر علوم وفنون کی طرح امام احمد رضا خاں قدس سرہ کا قد کتنا بلند وبالا ہے۔

ریاضی میں ڈاکٹر ضیاء الدین کی رہنمائی

جناب سید ایوب علی صاحب کا بیان ہے کہ کسور اعشاریہ متوالی میں نصاریٰ تیسری قوت سے زیادہ کا سوال حل کرنے سے قاصر ہیں۔ چنانچہ فقیر کو بھی اس قدر واقفیت تھی مگر حضور نے ارشاد فرمایا کہ مجھے جس قوت کا سوال دیا جائے گا حل کر دوں گا۔ اس کے بعد مجھے اور برادرم قناعت علی کو وہ قاعدہ تفہیم فرما کر دو چار مثالیں بھی حاصل کرا دیں۔ اس کے بعد ہی ایک خط جناب مولانا سید سلیمان اشرف بہاری پروفیسر دینیات علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا حضور کی خدمت میں بایں مضمون آیا کہ:

''ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جو علم ریاضی میں تقریباً ہر ولایت کی ڈگریاں اور تمغہ جات حاصل کئے ہوئے ہیں عرصہ سے حضور کی ملاقات کے مشتاق ہیں پھر چونکہ وہ ایک جنٹل مین انگریزی وضع قطع کے آدمی ہیں اس لئے آپ کی خدمت میں آتے ہوئے جھجک محسوس کرتے ہیں، لیکن اب میرے کہنے اور اپنے اشتیاق ملاقات کے سبب حاضر ہونے کے لئے آمادہ ہو چکے ہیں قیام نواب ضمیر احمد صاحب کے بنگلے پر ہوگا، لہذا اگر وہ پہنچیں تو انھیں باریابی کا موقع دیا جائے''۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے مولانا کو جواب دیا کہ وہ بلا تکلف تشریف لے آئیں فقیر منتظر رہے گا۔

یہ وہ زمانہ تھا کہ بدایونی مقدمہ چل رہا تھا، دو چار روز کے بعد ڈاکٹر صاحب نے نواب صاحب کے بنگلے سے اطلاع کی کہ میں پانچ بجے حاضر خدمت ہوں گا۔ چنانچہ وقت مقرر پر موٹر آ گیا، ہم دونوں اس وقت موجود تھے، ڈاکٹر صاحب کو اندر بلایا گیا، شاید نماز عصر ہونے والی تھی، ڈاکٹر صاحب نے بھی وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا مگر نماز پڑھنے کے وقت موزے اتار ڈالے، لہذا اعلیٰ حضرت نے ان سے پھر پیروں کو دھلوایا۔ بعد نماز کچھ باہمی گفتگو رہی حضور نے اپنا ایک قلمی رسالہ جس میں اکثر اشکال مثلث اور دوائر کے بنے تھے، ڈاکٹر صاحب کو دکھایا۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ ڈاکٹر صاحب نہایت حیرت واستعجاب سے اسے دیکھ رہے تھے اور بالآخر فرمایا میں نے اس علم کو حاصل کرنے میں غیر ممالک کے اکثر سفر کئے مگر یہ باتیں کہیں بھی حاصل نہ ہوئیں۔ میں اپنے آپ کو بالکل طفل مکتب سمجھ رہا ہوں، مولانا یہ تو فرمائیے آپ کا اس فن میں استاد کون ہے؟ حضور نے ارشاد فرمایا: میرا کوئی استاد نہیں ہے، میں نے اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے صرف چار قاعدے جمع، تفریق، ضرب، تقسیم محض اس لئے سیکھے تھے کہ ترکہ کے مسائل میں ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ شرح چغمینی شروع کی تھی کہ حضرت والد ماجد نے فرمایا کیوں اپنا وقت اس میں صرف کرتے ہو۔ مصطفیٰ صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سرکار سے یہ علوم تم کو خود ہی سکھا دیئے جائیں گے۔ چنانچہ یہ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اس گھر کی چار دیواری کے اندر بیٹھا خود ہی کرتا رہتا ہوں۔ یہ سب سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کرم ہے۔

اس کے بعد کسور اعشاریہ متوالیہ کی قوت کا تذکرہ آیا، ڈاکٹر صاحب نے بھی وہی فرمایا کہ تیسری قوت تک ہے، اس پر حضور نے میرے اور قناعت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میرے دو بچے بیٹھے ہیں، انہیں جس قوت کا آپ سوال دیں گے۔ یہ حل کر دیں گے۔ ڈاکٹر صاحب متحیر ہو کر ہم دونوں کو دیکھنے لگے ۔(ملخصا، حیات اعلیٰ حضرت، ج:۱،ص:۲۴۴۔۲۴۶)

وائس چانسلر بارگاہ اعلیٰ حضرت میں

مولوی محمد حسین بریلوی ثم میرٹھی موجد طلسمی پریس کا بیان ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے وائس چانسلر جنھوں نے ہندوستان کے علاوہ غیر ممالک میں تعلیم پائی تھی، ریاضی میں کمال حاصل کیا تھا اور ہندوستان میں کافی شہرت رکھتے تھے۔ اتفاق سے ان کو ریاضی کے کسی مسئلے میں اشتباہ ہوا ہر چند کوشش کی مگر مسئلہ حل نہ ہوا۔ چونکہ صاحب حیثیت تھے اور علم کے شائق تھے، اس لئے قصد کیا کہ جرمنی جا کر اس کو حل کریں۔ حسن اتفاق سے جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب بہاری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے اس کا ذکر کیا انھوں نے مشورہ دیا کہ آپ بریلی جا کر اعلیٰ حضرت مولانا احمد

رضا خان صاحب سے دریافت کیجئے وہ ضرور حل کردیں گے۔ان صاحب نے کہا کہ مولانا یہ آپ کیا فرمارہے ہیں کہاں کہاں تعلیم پا کر میں آیا ہوں مگر مسئلہ حل نہیں کرسکا اور آپ ان صاحب کا نام لیتے ہیں جس نے غیر مما لک تو کجا اپنے شہر کے کالج میں بھی تعلیم حاصل نہیں کی۔ بھلا ان سے کیا معلوم ہوسکتا ہے۔

دو چار دن کے بعد مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے ان کو پریشان دیکھ کر پھر یہی مشورہ دیا پھر ان صاحب نے وہی جواب دیا اور سفر یورپ کا سامان تیار کرنا شروع کردیا۔مولانا صاحب موصوف نے پھر ان سے فرمایا تو غصہ بھرے لہجے میں کہا ’’مولانا عقل بھی کوئی چیز ہے! آپ مجھ کو کیا رائے دیتے ہیں‘‘ اس پر مولانا صاحب نے فرمایا آخر اس میں حرج ہی کیا ہے۔اتنے بڑے سفر کے مقابلے میں بریلی جانا تو کوئی چیز نہیں سیدھی گاڑی جاتی ہے۔کئی گھنٹے کا سفر ہے،ایک بار ہو تو آیئے۔آخر ان کی سمجھ میں بات آ گئی چنانچہ مولانا سلیمان اشرف صاحب کو لے کر مارہرہ شریف پہنچے اور وہاں سے والا درجت جناب سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب سجادہ نشین مارہرہ شریف پیرزادہ اعلیٰ حضرت کو لے کر بریلی شریف اعلیٰ حضرت کے دولت کدے پر پہنچے اور اندر اطلاع بھیجی۔اعلیٰ حضرت کی طبیعت ناساز تھی اس لئے حضرت مہدی حسن میاں صاحب قبلہ نے کہلا بھیجا کہ میں آپ کو دیکھنے کو آیا ہوں۔فورا پردہ ہوا اور یہ تینوں حضرات اعلیٰ حضرت کے پاس پہنچے۔اعلیٰ حضرت نے حضرت مہدی حسن

میاں صاحب کی تعظیم وتوقیر شایان شان فرمائی اور جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب کی بھی بوجہ سیادت تعظیم کی۔ جناب وائس چانسلر صاحب سے بھی مزاج پُرسی فرمائی اور تشریف آوری کی غرض دریافت کی۔ وائس چانسلر صاحب موصوف نے فرمایا کہ میں ریاضی کا ایک مسئلہ دریافت کرنے آیا ہوں۔ ارشاد ہوا فرمایئے، انہوں نے کہا وہ ایسی بات نہیں جسے میں اتنی جلد عرض کردوں۔ فرمایا آخر کچھ تو فرمایئے، غرض وائس چانسلر صاحب نے سوال پیش کردیا اعلیٰ حضرت نے سنتے ہی فرمایا کہ اس کا جواب یہ ہے۔ یہ سن کران کو حیرت ہوگئی اور گویا آنکھ سے پردہ اٹھ گیا۔ بے اختیار بول پڑے کہ میں سنا کرتا تھا کہ علم لدُنّی بھی کوئی شئی ہے آج آنکھ سے دیکھ لیا میں تو اس مسئلہ کے حل کے لئے جرمنی جانا چاہتا تھا کہ ہمارے دینیات کے پروفیسر جناب مولانا سید سلیمان اشرف صاحب نے میری رہبری فرمائی۔ مجھے جواب سن کر تو ایسا معلوم ہورہا ہے گویا جناب اس مسئلے کو کتاب میں دیکھ رہے تھے کہ سنتے ہی فی البدِیہہ تشفی بخش نہایت اطمینان کا جواب دیا۔ (حیات اعلیٰ حضرت۔ ج:۱،ص: ۲۴۸۔۲۵۰)

علم تکسیر میں اعلیٰ حضرت کی مہارت

علم تکسیر میں اعلیٰ حضرت کی مہارت کی ایک مثال دیکھیں: اعلیٰ حضرت کے شاگرد حضرت مولانا سید ظفر الدین بہاری کو ایک شاہ صاحب ملے، جن کا خیال

تھا کہ فن تکسیر کا علم صرف مجھ کو ہے، دوران گفتگو میں مولانا بہاری نے ان سے دریافت کیا کہ جناب نقش مربع کتنے طریقے سے بھرتے ہیں، شاہ صاحب مذکور نے بڑے فخریہ انداز میں جواب دیا کہ سولہ طریقے سے پھر انھوں نے مولانا بہاری سے پوچھا کہ آپ کتنے طریقے سے بھرتے ہیں، مولانا نے بتایا کہ الحمد للہ میں نقش مربع کو گیارہ سو باون طریقہ سے بھرتا ہوں، شاہ صاحب سن کر محو حیرت ہو گئے اور پوچھا کہ مولانا! آپ نے فن تکسیر کس سے سیکھا ہے، مولانا بہاری نے فرمایا حضور پر نور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ شاہ صاحب نے دریافت کیا کہ اور اعلیٰ حضرت نقش مربع کتنے طریقوں سے بھرتے تھے، مولانا بہاری نے جواب دیا دو ہزار تین سو طریقے سے (سوانح اعلیٰ حضرت، ص:۱۱۰)

پروفیسر البرٹ کا رد

علم سائنس میں اعلیٰ حضرت کے کمال کا اندازہ اس واقعہ سے بھی کیا جا سکتا ہے:

پٹنہ کے انگریزی اخبار اکسپریس مورخہ ۲۳ر محرم ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۸ر اکتوبر ۱۹۱۹ء میں امریکہ کے ایک سائنس داں پروفیسر البرٹ کی جانب سے ایک ہولناک مضمون شائع ہوا کہ "۱۷ر دسمبر ۱۹۱۹ء کو عطارد، مریخ، زہرہ، مشتری، زحل اور نیپچون قران میں ہوں گے اور سورج ان چھ ستاروں کے مقابل میں آ جائے گا اور یہ ستارے سورج کو اپنی قوت سے

کھینچیں گے۔ان ستاروں کی مقناطیسی لہریں سورج میں بڑے بھالے کی طرح سوراخ کر دیں گی۔سورج کا یہ داغ ۱۷/دسمبر کو ظاہر ہوگا جس کو ہر خاص و عام اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے''۔پروفیسر البرٹ نے پیشین گوئی کرتے ہوئے بیان کیا کہ سورج کا وہ داغ کرۂ ہوا میں تزلزل ڈالے گا۔طوفان، بجلیاں، سخت بارش اور بڑے زلزلے ہوں گے، زمین کئی ہفتوں میں اپنی اصلی حالت پر آئے گی۔اس دہشت ناک پیشینگوئی کے شائع ہوتے ہی لوگوں میں بے چینی پھیل گئی، دوسری قوموں کے ساتھ بعض ضعیف الایمان مسلمان بھی گھبرا اٹھے۔شمس الھدیٰ پٹنہ کالج کے پرنسپل مولانا سید ظفر الدین صاحب بہاری نے البرٹ کی پیشینگوئی سے اعلیٰ حضرت کو مطلع کیا تو اعلیٰ حضرت کی جانب سے اس مضمون کا اعلان شائع ہوا کہ: مسلمانو! اپنے اعمال کے سبب اپنے رب سے ڈرو۔۱۷/دسمبر کی بے اصل بے ہودہ پیشینگوئی کا خوف نہ کرو۔البرٹ کی پیشینگوئی ایک باطل وہم سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی تم لوگوں کو اس کی طرف توجہ کرنا ہرگز جائز نہیں البرٹ نے اپنی پیشینگوئی کی بنیاد کواکب کے طول وسطی پر رکھی ہے جسے ہیئت جدیدہ میں طول بفرض مرکزیت شمس کہتے ہیں اس میں وہ چھ کواکب باہم ۲۶/درجے ۲۳/دقیقے کے فصل میں ہوں گے مگر یہ فرض خود فرض باطل ومطرود اور قرآن مجید کے ارشادات سے مردود ہے نہ شمس مرکز ہے نہ کواکب اس کے گرد متحرک بلکہ زمین کا مرکز ثقل مرکز عالم اور سب کواکب اور خود شمس اس کے گرد دائر

ہیں۔ پھر اعلیٰ حضرت نے متعدد قرآنی آیات سے اس پر زبردست استدلال قائم فرمایا۔ اور پھر کواکب کے درجات اور دقیقے کو تفصیل کے ساتھ بیان فرما کر خود جدید سائنس کے اصول سے البرٹ کی پیشینگوئی کی دھجی اڑا دی چنانچہ آپ فرماتے ہیں: ''حاصل گفتگو یہ ہے کہ البرٹ کی پیشینگوئی محض باطل ہے۔ غیب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے پھر اس کی عطا سے اس کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو۔ اللہ عزوجل اپنے خلق میں جو کچھ چاہے اور جب چاہے کرے۔ اگر اتفاقاً مشیت الٰہی سے معاذ اللہ ان میں سے بعض یا فرض کیجئے سب باتیں واقع ہو جائیں جب بھی پیشینگوئی قطعاً یقیناً جھوٹی ہے کہ وہ جن اوضاع کواکب پر مبنی ہے وہ اصول محض بے اصل منگڑھت ہیں جن کا مہمل و بے اثر ہونا خود اسی اجتماع نے روشن کر دیا۔ اگر جاذبیت صحیح ہے تو یہ اجتماع نہ چاہئے اور اگر اجتماع قائم ہے تو جاذبیت کا اثر غلط ہے''۔

جب ۱۷ ردسمبر کا دن بفضلہٖ تعالیٰ خیر و عافیت کے ساتھ گزر گیا۔ زمین میں نہ تو زلزلہ آیا اور نہ سورج میں کوئی سوراخ ہوا تو دوسری قوموں پر بھی واضح ہو گیا کہ البرٹ کی پیشینگوئی باطل اور غلط تھی (ملخصا، حیات اعلیٰ حضرت وسوانح اعلیٰ حضرت، ص:۹۸)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے قرآنی سائنس کے ذریعہ جو اصول بتایا اور جن باتوں کا آپ نے ذکر کیا وہ سب صحیح تھیں اور صد فی صد ان کا رزلٹ صحیح نکلا۔

امام احمد رضا اور حاشیہ نگاری

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ ہر علم وفن میں یگانہ اور ممتاز تو تھے ہی، حاشیہ نگاری میں بھی آپ کا کوئی جواب نہیں۔حاشیہ نگاری کتنا مشکل امر ہے اس کا کچھ صحیح اندازہ کسی ماہر مدرس و محقق ہی کو ہوسکتا ہے۔اعلیٰ حضرت اس میدان میں کتنے ماہر تھے اس کی کچھ جھلکیاں ملاحظہ کریں۔

پروفیسر علامہ مسعود احمد رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: امام احمد رضا تصنیف وتالیف کے میدان میں تو گوئے سبقت لے گئے مگر حاشیہ نگاری میں بھی وہ اپنے معاصرین میں نہایت ممتاز ہیں، انہوں نے حاشیہ نگاری کا آغاز طالب علمی کے زمانے (قبل ۱۲۸۶ھ) سے کیا ،جو آخر دم تک (۱۳۴۰ھ) جاری رہا۔حاشیہ نگاری کی کچھ تفصیل امام احمد رضا نے اس سند اجازت میں دی ہے جو ۱۳۲۴ھ کو علماء حرمین شریفین کو جاری کی گئی، اس میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں: ’’حاشیہ نویسی کا سلسہ زمانہ طالب علمی سے اب تک جاری ہے کیونکہ اس وقت میرا یہ دستور رہا کہ جب کوئی کتاب پڑھی، اگر وہ میری ملک میں ہے تو اس پر حواشی لکھ دیئے، اگر اعتراض ہوسکتا ہے تو اعتراض

لکھ دیا اگر مضمون پیچیدہ ہے تو اس کی پیچیدگی دور کر دی۔ حنفی اصول فقہ کی کتاب مسلم الثبوت پر۔ صحیح البخاری کے نصف اول پر۔ صحیح مسلم اور جامع ترمذی پر۔ شرح رسالہ قطبیہ پر۔ حاشیہ امور عامہ پر۔ اور شمس بازغہ پر۔ اکثر حواشی اس وقت لکھے جبکہ طالب علمی کے زمانے میں اپنے سبق کے لئے مطالعہ کرتا تھا علاوہ ازیں تیسیر شرح جامع صغیر پر۔ شرح چغمینی اور تصریح پر۔ اقلیدس کے تین مقالوں اور الزیج الاجد پر اور علامہ شامی کی ردالمحتار پر بھی حواشی لکھے۔

ان سب میں پچھلی یعنی رَدُّ الْمُحتَارُ کے حواشی سب سے زیادہ ہیں مجھے امید ہے کہ اگر انہیں کتاب سے الگ کر دیا جائے تو دو جلدوں سے بڑھ جائیں گے حالانکہ ان پر اپنی دوسری کتابوں اپنے فتاویٰ اور اپنی تحریرات کا حوالہ دے کر اشارات بھی کئے ہیں۔ (الاجازات المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ) امام احمد رضا نے یہاں حاشیہ ردالمحتار کا بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ ویسے اب تک ملنے والے حواشی میں شرح مسلم الثبوت فواتح الرحموت کا حاشیہ بھی کچھ کم ذخیم نہیں۔ امام احمد رضا کا حاشیہ تالیف نہیں تصنیف ہوتا ہے جبکہ دوسرے علما کے حواشی میں تالیفی رنگ ہوتا ہے۔ امام احمد رضا کے حواشی کا یہ خاص امتیاز ہے۔ جیسا کہ عرض کیا گیا حاشیہ ردالمحتار امام احمد رضا کے حواشی میں خاص امتیاز رکھتا ہے۔

حافظ کتب الحرم شیخ اسمٰعیل بن خلیل مکی اس کے منتظر نظر آرہے ہیں۔ وہ امام احمد رضا کے نام اپنے ایک مکتوب (محررہ ۱۶/ذی الحجہ، ۱۳۲۵ھ) میں تحریر

فرماتے ہیں: حضرت کو معلوم ہے کہ میں ان تحریرات کا محتاج ہوں جو آپ نے حاشیہ ابن عابدین پر افادہ فرائیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو محسنین میں شامل فرمائے!۔

امام احمد رضا کے عربی حواشی و شروح اور تصانیف کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے۔

امام احمد رضا کے حاشیہ **جَدُّ الْمُمْتَار** علی ردالمحتار کی شان یہ ہے کہ دور جدید کے فضلا و محققین دیکھ کر حیران ہوئے جاتے ہیں۔ شاہ ابوالحسن زید فاروقی مجددی دہلوی نے جب حیدرآباد دکن میں پہلی مرتبہ یہ حاشیہ مطالعہ فرمایا تو حیران رہ گئے۔ آپ نے ایک ملاقات (دسمبر ۱۹۸۳ء کراچی) میں راقم سے فرمایا۔ مولانا احمد رضا خان بریلوی کے ردالمحتار پر عربی حاشیہ جدالممتار کے چند اوراق دیکھے تو حیران رہ گیا جہاں صاحب ردالمحتار ایک دو کتابوں کا ذکر کرتے ہیں وہاں مولانا احمد رضا خان آٹھ دس کتابوں کے حوالے دے ڈالتے ہیں۔ (امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، ص: ۱۸ تا ۲۱، از تقدیم)

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ اعلیٰ حضرت کے حاشیہ جدالممتار علی ردالمحتار کے حوالے سے رقمطراز ہیں: فقہ حنفی میں ردالمحتار کی حیثیت خاتم التصانیف کی ہے۔ ائمہ مجتہدین کے عہد مبارک سے لے کر بارہویں صدی تک فقہ حنفی پر مختصر، مطول جتنی کتابیں لکھی گئیں ”ردالمحتار“ ان سب کا عطر تحقیق ہے۔ ردالمحتار کے مصنف اپنے عہد میں یگانہ فرد تھے۔ کثرت مطالعہ، قوت حفظ، ذکاوت، فطانت، دقیقہ بینی، نکتہ

فہمی، استحضار، قوت اخذ واستنباط میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ سیکڑوں کتب فقہ کے مطالعے اوران کی سطر سطر ذہن میں رکھ کر مکمل بیدار مغزی، تیقظ اور حضور ذہن کے ساتھ انھوں نے ردالمحتار کوایسا کامل واکمل اور آراستہ وپیراستہ کردیا ہے کہ اس میں نہ تو موافق کو اضافے کی گنجائش نظر آتی ہے نہ مخالف کو مجال دم زدن۔

ان سب کے باوجود اس پر حاشیہ لکھنے کی ضرورت تھی یا نہیں؟۔اس کا جواب ہم سے نہیں جدالممتار کا مطالعہ کر کے خود اپنے ضمیر سے لیجئے۔رد المحتار کی جامعیت وکاملیت اپنی جگہ مسلم مگر بمصداق ''**فوق کل ذی علم علیم**'' جد الممتار نے دنیا کو دکھادیا کہ علم ایسا بحر ہے جس کا ساحل نہیں۔اور ''**کم ترک اولون للاخرین**'' حق ہے۔ بلاشبہ بعض علماء حرمین طیبین نے اس کے مصنف کی جلالت شان، عظمت مکان سے متاثر ہوکر بجا فرمایا تھا۔ ''**لو رأھا ابو حنیفة النعمان لاقرت عینه ولجعل مؤلفها من جملة الاصحاب**'' ان رشحات قلم کو اگر امام ابوحنیفہ دیکھ لیتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور ان کے لکھنے والے کو وہ ضرور اپنے تلامذہ امام ابو یوسف اور امام محمد کے زمرے میں داخل فرماتے۔(امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، ص:۷۔۸، از ابتدائیہ)

ماہر رضویات علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے حاشیہ **رَدُّ الْمُحتَارُ** کے حوالے سے لکھتے ہیں: علامہ شامی کی ردالمحتار میں بھی بہت سے ایسے مقامات حل طلب اور تشنۂ تحقیق تھے جنھیں امام احمد رضا نے اپنی

وسعت نظر، جودت فکر، کمال فقاہت اور حسن تدقیق سے حل کر کے طالبان فقہ کو روشنی دی اور بہت سی غلطیوں سے بچالیا، بے شمار مشکل مسائل کی گرہیں کھولیں اور فقہ میں کثیر جزئیات کا تحقیقی اضافہ کیا اسے دیکھنے کے بعد جا بجا مجھے محسوس ہوا کہ اگر ''جدالممتار'' نہ ہوتی تو صرف ''ردالمحتار'' سے بہت سے مسائل صحیح سمجھ میں نہ آتے اور نہ جانے کتنی جگہ غلط فہمی اور بعض جگہ غلطیوں میں مبتلا رہتا۔(امام احمد رضا کی فقہی بصیرت،ص:۳۲۔۳۳)

اعلیٰ حضرت کی حاشیہ نگاری کی چند مثالیں ملاحظہ کرلیں:

رَدُّ الْمُحْتَارُ پر حاشیہ

دُرِّ مُختَار باب المیاہ سے ذرا پہلے فروع میں یہ مسئلہ مذکور ہے:**ومحو بعض الکتابة بالریق یجوز وقد ورد النھی فی محو اسم اللہ با لبزاق وعنه علیه الصلوٰة والسلام القرآن احب الی اللہ تعالیٰ من السموات والارض ومن فیھن** (درمختار علی ھامش رد المحتار ج:۱،ص:۱۲۰) کسی تحریر کو تھوک سے مٹانا جائز ہے البتہ رب تعالیٰ کا نام تھوک سے مٹانے کے بارے میں ممانعت آئی ہے۔اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مروی ہے:قرآن اللہ تعالیٰ کے نزدیک آسمانوں اور زمین اور ان سب لوگوں سے افضل ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں(اس سے اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ قرآن کا مٹانا ممنوع ہے)اس حدیث میں قرآن کا

آسمانوں اور زمین ان دونوں میں رہنے والے سب سے افضل بتایا گیا ہے۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا قرآن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی افضل ہے یا نہیں؟ بعض علما اِثبات کے قائل ہیں بعض نفی کے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں: ظاہر حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حضور سے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی افضل ہے اور مسئلہ اختلافی ہے زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ توقف کیا جائے۔(ردالمحتار ج:۱،ص:۱۲۰)

امام احمد رضا جدالممتار میں والاحوط الوقف کے تحت فرماتے ہیں: **لا حاجة الی الوقف والمسئلة واضحة الحکم عندی بتوفیق الله تعالیٰ فان القرآن ان ارید به المصحف اعنی القرطاس والمداد فلاشک انه حادث وکل حادث مخلوق فالنبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم افضل منه وان ارید به کلام الله تعالیٰ الذی هی صفة فلا شک ان صفاته تعالیٰ افضل عن جمیع المخلوقات وکیف یساوی غیره مالیس بغیره تعالیٰ ذکره وبه یکون التوفیق بین القولین** (جدالممتار قلمی، ج:۱،ص:۲۳) توقف کی کوئی ضرورت نہیں میرے نزدیک خدا کی توفیق سے مسئلہ کا حکم واضح ہے اس لئے کہ قرآن سے اگر مصحف یعنی کاغذ اور روشنائی مراد ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ حادث ہے اور ہر حادث مخلوق ہے اور جو بھی مخلوق ہے اس سے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افضل

ہیں، اور اگر قرآن سے مراد کلام باری تعالیٰ ہے جو اس کی صفت ہے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ صفات باری تعالیٰ جمیع مخلوقات سے افضل ہیں، اور مخلوق جو غیر خدا ہے بھلا اس کے (صفت کے) برابر کیونکر ہو جو غیر ذات نہیں، اس کا ذکر بلند ہو۔ ہماری اس توجیہ سے دونوں مختلف قولوں میں تطبیق بھی ہو جائے گی۔ یعنی جن علماء نے قرآن کو افضل بتایا۔ قرآن سے ان کی مراد کلام الٰہی صفت خداوندی ہے۔ صفات باری تعالیٰ بلا شبہ تمام مخلوق سے افضل ہیں۔

اور جن علما نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن سے افضل بتایا۔ قرآن سے ان کی مراد ''مصحف'' ہے جو کاغذ اور روشنائی کا مجموعہ ہے۔ یقیناً سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے افضل ہیں۔ یہ ہے امام احمد رضا کی فقاہت فی الدین اور دقت نظر مسئلے کا حل بھی اور کلمات علما میں تطبیق بھی جو بجائے خود ایک مشکل فن ہے۔ (امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، ص: ۴۰۔۴۱)

دُرِّ مُختَار میں ہے کہ کتاب پر قلمدان رکھنا مکروہ ہے مگر لکھنے کے لئے۔ اس پر علامہ شامی نے فرمایا: **والظاهر ان ذلک عند الحاجة الی الوضع** (ردالمحتار ص:۱۹) ظاہر یہ ہے کہ لکھنے کے لئے بھی کتاب پر رکھنے کی اجازت اس وقت ہوگی جب رکھنے کی ضرورت ہو۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں: **لیس هذا موضع الاستظهار بل هو المتعین قطعا** (جدالممتار ص:۲۲) یہ استظہار (الظاہر کہنے) کا موقع نہیں بلکہ

وہی قطعی طور پر متعین ہے (یعنی صرف برائے ضرورت ہی رکھ سکتے ہیں بلا ضرورت ہرگز نہیں)۔

اس کے بعد دلیل دی اور ضمناً بحر الرائق کا صریح جزئیہ بتایا اور اپنا وہ واقعہ ذکر کیا جو مفتی مکہ عبداللہ ابن صدیق بن عباس حنفی کے ساتھ کُتُب خانۂ حرم میں ۴ر صفر ۱۳۲۴ھ کو پیش آیا تھا۔ اعلیٰ حضرت نے جب دیکھا کہ انہوں نے کتاب پر دوات رکھ دی اور کہا کہ البحر الرائق کتاب الکراہیۃ میں جواز کی تصریح ہے تو اعلیٰ حضرت بجائے اس کے کہ یہ فرماتے کہ بحر الرائق کتاب الکراہیۃ تک کہاں پہنچی وہ تو باب الاجارۃ الفاسدہ ہی میں ختم ہوگئی۔ صریح جزئیہ اسی بحر الرائق سے مخالفت کا پیش کر دیا۔ اس سے امام احمد کی وسعت نظر اور کمال استحضار عیاں ہے۔ (امام احمد رضا کی فقہی بصیرت، ص:۴۲)

حاشیۃ الطحطاوی پر حاشیہ

فقہ حنفی کے مشہور مفتی علامہ سید احمد بن محمد اسماعیل طحطاوی مصری قدس سرہ نے علامہ علاء الدین حصکفی رحمہ اللہ کی کتاب ''الدُرُّ المُختار شرح تنویر الابصار'' پر ایک زبردست حاشیہ لکھا جو حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کے نام سے مشہور ہے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ نے اس حاشیہ پر بھی حاشیہ نگاری کی۔ یقیناً یہ حاشیہ بھی آپ کی جلالت علمی کا پتہ دیتا ہے، تین مثالیں ضیافت طبع کے لئے پیش خدمت ہیں ملاحظہ کریں۔

(۱) علامہ طحطاوی اور علامہ شامی دونوں نے درمختار کی اس عبارت ''**ولو من احدھما لم یکرہ**'' سے اختلاف کرتے ہوئے اسے بحر الرائق کا مخالف قرار دیا اور لکھا کہ ایک کاندھے سے ہو یا دونوں کاندھوں سے دونوں طرح سے مکروہ ہے اور شارح کا ''**ولو من احدھما لم یکرہ**'' کہنا صحیح نہیں ہے۔ شامی کی عبارت یہ ہے ''**مخالف لما فی البحر حیث ذکرنی اذا ارسل طرفا منہ علی صدرہ وطرفا علی ظھرہ یکرہ**'' (فتاویٰ شامی، ج:۱،ص:۴۳۰)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری حاشیہ میں تحریر فرماتے ہیں: شارح تنویر الابصار (صاحب درمختار) کے کلام کا مطلب وہ نہیں جسے سید علامہ طحطاوی نے اور ان کی اتباع کرتے ہوئے علامہ شامی نے سمجھا اور انہوں نے اس سلسلے میں بحث کی کہ ایک کاندھے پر رکھا ہوا ہو یا دونوں پر کیوں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب کپڑے کے دونوں کنارے لٹکائے جائیں گے تو مطلقا مکروہ ہوگا چاہے وہ ایک کاندھے پر ہو یا دونوں پر۔ شارح کا کلام کپڑے کے کناروں کے بارے میں تھی کہ اگر دونوں کناروں کو لٹکایا جائے تو مکروہ ہے اور اگر ایک کنارہ ایک کاندھے پر لٹکایا جائے اور دوسرا کنارہ دوسرے مونڈھے پر رکھا ہو تو وہ مکروہ نہیں (من احدھما میں ضمیر کا مرجع کتف نہیں بلکہ ثوب ہے) کہاں یہ اور کہاں وہ مفہوم جسے ان دونوں حضرات نے سمجھا، اللہ تعالیٰ ان

پر اور ان کے ساتھ ہم پر بھی رحم فرمائے۔آمین (حواشی امام احمد رضا ص:۴۳)

(۲)عیدین کے احکام اور اوقات کی بحث میں صاحب تنویر الابصار نے فرمایا کہ عید الفطر کے احکام وہی ہیں جو عید الاضحیٰ کے ہیں البتہ عید الاضحیٰ کی نماز قربانی کے تیسرے دن تک مؤخر کی جا سکتی ہے۔(جبکہ عید الفطر کی نماز دسرے دن زوال سے قبل تک مؤخر ہو سکتی ہے)

امام طحطاوی فرماتے ہیں کہ مصنف کا قول یجوز تاخیر ہا سے پتہ چلتا ہے کہ (تاخیر میں) کراہت تنزیہی ہے۔

اعلیٰ حضرت اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:امام طحطاوی نے یجوز کے لفظ سے کراہت تنزیہی کا مفہوم سمجھا۔(اعلیٰ حضرت نے اسے غیر صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ) کبھی جواز کو واجب کے مقابل بولا جاتا ہے اس وقت یہ مکروہ تحریمی کو بھی شامل ہوتا ہے اور یہاں بھی ایسا ہی ہے۔(حواشی امام احمد رضا ص:۸۵۔۸۶)

(۳)امام طحاوی فرماتے ہیں: کہ قبر پر چلنا،بیٹھنا،سونا، پیشاب کرنا، پاخانہ کرنا اور نماز پڑھنا اسی طرح قبر کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس سے منع کیا گیا ہے اور اسی سے زائرین قبور کا حکم بھی معلوم ہو گیا۔

اعلیٰ حضرت نے امام طحطاوی کے اس قول کو بعض قیود کے ساتھ مقید کیا اور مطلقا نہیں کے قول کو غلط قرار دیا۔آپ فرماتے ہیں: کہ قبر پر یا قبر کی

طرف (بغیر پردہ حائل ہونے کے) نماز پڑھنا منع ہے اور یہ اس وقت ہے جب وہ قبر اس نمازی کی نظروں کے سامنے ہو اور وہ خضوع وخشوع سے نماز پڑھ رہا ہو، یونہی جبکہ اس کے پہلو میں ہو لیکن جب ان تمام باتوں سے خالی ہو اور کسی قبر کے پاس نماز پڑھے تو کوئی حرج نہیں اور نہ ہی یہ منع ہے اور اگر وہ کسی نیک شخص کی قبر کے پاس اس کی برکت سے متمتع ہونے کی نیت سے نماز پڑھے تو یہ عمدہ بات ہے، جس طرح ہم نے اپنے فتاوے میں تحقیق کی ہے، اللہ بہتر جانتا ہے۔ (حواشی امام احمد رضا ص: ۸۷)

مسلم الثبوت پر حاشیہ

اعلیٰ حضرت اپنے زمانہ طالب علمی میں ایک دن اصول فقہ کی مشہور کتاب ''مسلم الثبوت'' کا مطالعہ کررہے تھے۔ کہ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا نقی علی خان صاحب علیہ الرحمہ کا تحریر کیا ہوا اعتراض وجواب نظر سے گذرا، آپ نے کتاب مذکور کے حاشیہ پر اپنا ایک مضمون تحریر فرمایا جس میں متن کی ایسی تحقیق فرمائی کہ سرے سے اعتراض وارد ہی نہ تھا پھر جب پڑھنے کے لئے حضرت والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت مولانا کی نگاہ اعلیٰ حضرت کے حاشیہ پر پڑی دیکھ کر ان کو اتنی مسرت ہوئی کہ اٹھ کر سینے سے لگا لیا اور فرمایا: احمد رضا تم مجھ سے پڑھتے نہیں ہو بلکہ مجھ کو پڑھاتے ہو۔ (سوانح اعلیٰ حضرت، ص: ۱۰۵)

امام احمد رضا ایک تاریخ ساز شخصیت

اس خاکدان گیتی پر بے شمار لوگ آئے چلے گئے، آنے جانے کا سلسلہ اب بھی جاری ہے، تاریخ نے ان میں سے کچھ لوگوں کو تو اپنی چھاتی پر جگہ دیا اور کچھ لوگ نسیا منسیا ہو گئے۔ وطن عزیز ہندوستان دنیا کا قدیم ترین ملک ہے، دنیا کے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کے قدم مبارک کو بوسہ دینے کا شرف پہلے اسی سرزمین کو حاصل ہوا، اس ملک میں متعدد اذہان وافکار کے حامل لوگ رہتے ہیں، کچھ کا شیوہ ہے کہ وہ تاریخ سنتے ہیں، تاریخ پڑھتے ہیں اور کچھ تاریخ رقم کرتے ہیں اور اس کی زندگی کے ہر لمحے سے تاریخ مرتب ہوتی چلی جاتی ہے، مؤخر الذکر اوصاف کے حامل ایک محقق، مفسر، محدث، فقیہ، سائنس داں کی انوکھی کہانی سنئے اور اذہان وقلوب کو جلا بخشئے۔ ۱۸۵۶ء میں ولادت ہوئی، چار سال کی عمر میں ناظرہ ختم کیا، چھ سال کی عمر میں اپنے وقت کے علما وفضلا کے سامنے میلاد رسول کے عنوان پر کامیاب خطاب کیا، آٹھ سال کی عمر میں فن نحو کی مشہور کتاب ''ہدایۃ النحو'' کی عربی میں شرح لکھ کر اہل علم ودانش کو حیرت میں ڈال دیا، آپ کو تعلیم دینے والے استاذ آپ کی حیرت انگیز ذہانت وفطانت کو دیکھ کر کہنے لگے: شہزادے تم پڑھتے نہیں ہو بلکہ پڑھاتے ہو، اس ننھی

عمر میں حروف تہجی ''ال'' اور'لا' مفرد و مرکب کے اسرار و رموز سے پردہ ہٹایا، تیرہ سال دس مہینہ پانچ دن کی عمر میں جملہ مروجہ علوم و فنون سے فارغ التحصیل ہوئے، سر پر علم و فضل کی دستار باندھی گئی، اسی دن رضاعت کے ایک اہم مسئلہ کا جواب دے کر کارِ افتا کا آغاز کیا، مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے جلسۂ تاسیس میں علماء سہارن پور، لاہور، کان پور، بدایوں، جون پور اور رام پور کی موجودگی میں حضرت محدث سورتی کی خواہش پر علم حدیث پر متواتر تین گھنٹوں تک بیان کرتے رہے اور دلائل و براہین کا انبار لگا دیا، جلسہ میں موجود سارے علما سکتے میں پڑ گئے، مولانا خلیل الرحمٰن بن مولانا احمد علی محدث سہارن پوری نے ختم تقریر پر کھڑے ہو کر دست بوسی کیا اور فرمایا: اگر اس وقت والد ماجد ہوتے تو وہ علم حدیث میں آپ کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے اور انہی کو یہ حق بھی تھا، حضرت محدث سورتی اور مولانا احمد علی مونگیری نے بھی اس کی پُر زور تائید کی۔

کتابیں اٹھائیں تو پڑھتے چلے گئے، قلم ہاتھ میں لیا تو لکھتے چلے گئے، اتنا لکھا کہ دیکھتے دیکھتے ایک ہزار سے زائد کتب و رسائل کا ایک عظیم الشان ذخیرہ قوم کے حوالے کیا، جس کے لئے قیامت تک کے آنے والا ہر مسلمان ان کا ممنون و مشکور رہے گا۔

شعر و شاعری کی طرف توجہ مبذول فرمائی تو کوثر و سلسبیل سے دھلی ہوئی ایسی پاکیزہ اور نفیس شاعری کی کہ بڑے بڑے استاذ الشعراء سر خم کرتے نظر آئے، شان الوہیت کے تقدس اور عظمت رسالت کے شایان شان شاعری کی، نتیجے میں امت مسلمہ کو عشق

ومحبت کی ایک پُر کیف دستاویز ''حدائق بخشش'' کی شکل میں حاصل ہوئی۔

ترجمہ نگاری کی طرف نگاہ ڈالی تو مقبول انام اور مشہور زمانہ ترجمۂ قرآن بنام ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' منصۂ شہود پر آیا، جسے دیکھ کر زمانہ عش عش کر اٹھا اور پوری دنیا کے علما اور دانشوران نے بیک زبان ہو کر کہا کہ قرآن کریم کے اردو تراجم میں کنز الایمان کا جواب نہ تو ماقبل میں ہے اور نہ مستقبل میں اس طرح کی کوئی امید۔

قرآن کریم کا آپ نے بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا، قرآن فہمی کے لئے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر آپ کو گہرا عبور حاصل تھا، شان نزول، ناسخ ومنسوخ، تفسیر بالحدیث، تفسیر صحابہ اور استنباط احکام کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے، یہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ ''کنز الایمان'' سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شان الوہیت کا احترام بھی ملحوظ ہے اور عظمت نبوت ورسالت کا تقدس بھی پیش نظر ہے۔

محدث اعظم ہند مولانا سید محمد کچھوچھوی فرماتے ہیں ''علم قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس اردو ترجمہ سے کیجیئے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں نہ اردو میں، اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ لایا نہیں جا سکتا، جو بظاہر محض ترجمہ ہے مگر در حقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں

قرآن ہے''(فتاویٰ رضویہ مترجم ج/۱ کلمات آغاز)

مکۃ المکرّمہ تشریف لے گئے تو علماء مکہ کے سوال پر علم غیب مصطفیٰ کے عنوان پر حالت بخار میں، مسجد حرام میں صرف آٹھ گھنٹے کے قلیل وقت میں بغیر کسی کتاب کے سہارے مکمل اپنی یادداشت سے عربی زبان وبیان میں ''الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ'' لکھ ڈالی، جسے دیکھ اور پڑھ کر علماء حرمین شریفین نے آپ کے سر اور آنکھوں کو بوسہ دیا، گلے سے لگایا، سینے سے چمٹایا، کچھ نے خلافت دی، کچھ نے خلافت واجازت لی، کچھ نے آپ کے بارگاہ علم وفضل میں زانوئے تلمذ تہہ کیا اور کچھ حضرات آپ کی بیعت وارادت میں داخل ہوئے، آپ کی شان میں خطبے پڑھے، قصیدے کہے اور برجستہ اس بات کا اظہار کیا کہ آپ تو ہندی وعجمی نہیں بلکہ خالص عربی لگتے ہیں۔

اسی حرمین شریفین کے مبارک سفر میں نوٹ کے جدید مسئلہ کی توضیح پر جس سے اس دور کے علما نے ہاتھ اوپر کر لیا تھا، ایک بے مثال اور بے نظیر کتاب ''کفل الفقیہ الفاہم فی احکام القرطاس والدراہم'' لکھ کر اصحاب فقہ وافتا کی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ جس کتاب کو دیکھ کر آپ سے مذہبی مخاصمت رکھنے والے مولوی ابوالحسن علی ندوی کو بھی لکھنا پڑا: فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر ان کو جو عبور حاصل تھا اس کی نظیر شاید کہیں ملے۔ اور اس دعویٰ پر ان کا مجموعہ فتاویٰ شاہد ہے نیز ان کی تصنیف ''کفل الفقیہ الفاہم فی احکام القرطاس والدراہم'' جو انھوں

نے ۱۳۲۴ھ میں مکہ معظّمہ میں لکھی تھی۔

پچاس سے زائد علوم وفنون میں ان کو مہارت تامہ اور تبحر حاصل تھا اور ہر علم وفن میں ان کی تصنیف بھی موجود ہے۔ حاشیہ نگاری کے میدان میں آئے تو دیگر حواشی کے ساتھ ردالمحتار معروف بہ فتاویٰ شامی پر ایسا زبردست حاشیہ بنام ''جد الممتار'' لگایا کہ حاشیہ ہونے کے باوجود اس پر مستقل تصنیف کا گمان ہونے لگا۔ غرض کہ جدھر انھوں نے قلم کا رخ موڑا تحقیقات وتنقیحات کا دریا بہاتے چلے گئے۔ دنیا اس بے نظیر و بے مثال محقق وعالم کو بڑی عزت واحترام اور فخر سے اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد اعظم الشاہ امام احمد رضا خان قادری محدث بریلوی کے نام سے یاد کرتی ہوئی ان پر سو جان سے نچھاور ہو رہی ہے۔ پوری علمی دنیا میں آپ کے تبحر علمی کا ڈنکا بج رہا ہے، کالجز، یونیورسیٹیاں آپ کی تحقیقات نادرہ پر خراج عقیدت پیش کر رہی ہے، پروفیسران ولکچرار حضرات آپ کے علمی کارناموں پر ریسرچ اسکالروں سے پی، ایچ، ڈی، وایم فل کے مقالے لکھوا رہے ہیں۔ ہند و پاک سے لیکر جامع از ہر تک، برطانیہ سے لیکر امریکہ تک پوری دنیا کے متعدد تحقیقی مراکز سینکڑوں افراد کو ایم فل اور پی، ایچ، ڈی کی ڈگریاں دے چکے ہیں اس کے باوجود آپ کے علمی طنطنہ کا عالم یہ ہے کہ ''جو کچھ بیاں ہوا وہ آغاز باب تھا''۔

عشق اعلیٰ حضرت کی جھلکیاں

اعلیٰ حضرت امام عشق ومحبت مجدد اعظم امام احمد رضا خان قادری قدس سرہ العزیز کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں اپنے دین حق وصداقت کی خدمت وتحفظ کے لئے چن لیا، محیر العقول کمالات سے آپ کو سرفراز فرمایا۔ امام احمد رضا خان قدس سرہ العزیز نے خدمت دین متین کے لئے اپنی زندگی وقف کردی اور تا دم اخیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دیتے رہے، آپ نے ستر سے زائد علوم وفنون کے ذریعہ ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ آج بھی زمانہ آپ کے ان محیر العقول کارناموں سے محو حیرت ہے، آپ کی انہیں خدمات جلیلہ کثیرہ کی بنیاد پر دنیائے اسلام بشمول حرمین طیبین کے جلیل القدر علما نے آپ کو متعدد القابات وخطابات سے نوازا اور آپ کو اپنے زمانہ کا مجدد تسلیم کیا۔ چند مشہور القابات آپ بھی ملاحظہ کریں: اعلیٰ حضرت، امام اہل سنت، مجدد مأۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، عالم اہل سنت وجماعت، حامی سنت ماحی بدعت، شیخ الاسلام والمسلمین، اٰیۃ من اٰیات اللہ، (حیات اعلیٰ حضرت) اور مشہور انام لقب امام عشق ومحبت ہے جو زبان زد عوام وخواص ہے۔

آپ کی خدمات کا دائرۂ کار کافی وسیع ہے مگر بطور خاص جس مشغلہ کو آپ نے اپنی زندگی کا نصب العین ٹھہرایا وہ عشق مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا ہے، آپ کو محبوب رب العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق ومحبت تھی آپ فنا فی الرسول تھے، عشق مصطفیٰ علیہ السلام میں ہر وقت مستغرق رہتے کیوں نہ ہو کہ یہی فرمان الٰہی بھی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (اٰل عمران ۳۱/۳) اے محبوب تم فرما دو کہ لوگو اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ اللہ تمھیں دوست رکھے گا۔ اور آقائے کریم رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین (بخاری، کتاب الایمان، ج:۱ ص:۷) تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے باپ بیٹے اور تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرے۔ یہ حدیث پاک معیار ایمان کی نشاندہی کر رہی ہے، یقیناً محبت رسول ہی مدار ایمان ہے، امام عشق ومحبت کی ذات اس حدیث مبارکہ کی گویا عملی تفسیر ہے۔ آپ زندگی بھر اپنی تحریر، تصنیف، تدریس اور تقریر کے ذریعہ مسلمانان عالم کو عشق ومحبت کا یہی جام پلاتے رہے کہ

جان ہے عشق مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا
جس کو ہو درد کا مزہ ناز دوا اٹھائے کیوں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا

دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروروں جہاں نہیں

اور کبھی امت محمدیہ علیہ التحیۃ والثنا کو اپنے سینوں میں عشق مصطفیٰ کی آگ لگا کر آتش دوزخ سے چھٹکارے کی ترغیب دیتے ہوئے یوں عرض گزار ہوئے ہیں:

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے

جو آگ بجھادے گی وہ آگ لگائی ہے

کبھی مسلمانان اہل سنت و جماعت کے ایمان وعقیدے کے تحفظ کے لئے آپ کی زبان وقلم سے یہ صدائے دلنواز آتی رہی:

دشمن احمد پہ شدت کیجئے

ملحدوں کی کیا مروت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل

یا رسول اللہ کی کثرت کیجئے

عشق اپنے کمال عروج کو اس وقت پہنچتا دکھائی دیتا ہے جب ہم امام عشق ومحبت کی اس نرالی عادت کریمہ کو پڑھتے ہیں کہ آپ بشکل نام اقدس ''محمد'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سویا کرتے اس طرح کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر 'م' کہنیاں 'ح' کمر 'م' اور پاؤں 'د' بن کر گویا نام پاک ''محمد'' صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بن جاتا۔(اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت،ص :۱۴۹)

امام اہل سنت کے عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ پہلو بھی کتنا مسحور کن ہے کہ آپ اپنے ملفوظات میں ارشاد فرماتے ہیں: بحمد اللہ اگر قلب کے دو ٹکڑے کیئے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لا الٰہ الا اللہ لکھا ہوگا اور دوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوگا، جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ (نفس صدر) جب کوئی مرد خدا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بحر رحمت میں اس طرح غوطہ زن ہوتا ہے تو پھر مخلوق خدا بیک زبان ہوکر پکارتی ہے

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ.... سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

امام اہل سنت جنھوں نے زندگی کے ہر ہر لمحہ کو عشق مصطفیٰ کے لئے وقف کیا، امت مسلمہ کو اپنے محبوب کی تعظیم وتوقیر اور بارگاہ محبوب کی حاضری کے آداب واصول یوں بتاتے رہے:

حرم کی زمیں اور قدم رکھ کے چلنا..... ارے سر کا موقع ہے او جانے والے

ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافل ذرا تو جاگ...او پاؤں رکھنے والے یہ جا چشم وسر کی ہے

اللہ اکبر! اپنے قدم اور یہ خاک پاک... حسرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے

جب خود ایسے عاشق رسول کی حاضری بارگاہ محبوب میں ہوئی تو اس وقت کیا کیفیت رہی ہوگی یقیناً اس کیفیت کو صفحۂ قرطاس تک منتقل کرنے میں قلم کو سوائے اپنی معذرت کے اظہار کے اور کوئی چارہ کار نہیں۔

امام عشق ومحبت نے اپنی زندگی میں دو حج کئے، ۱۳۲۴ھ میں جب آپ نے دوسری مرتبہ زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفا وتعظیما کا قصد کیا تو رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس فرمان عالی شان کے پیش نظر کہ ''جو میری زیارت کو آیا سوا میری زیارت کے اور کسی حاجت کے لئے نہ آیا تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کا شفیع ہوں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، ج:۱۲، ص: ۳۲۵)

امام اہل سنت نے مدینہ طیبہ کی حاضری کو اصل مقصد قرار دیا اور یوں گویا ہوئے:

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا... پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرا دیئے.... اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے

(حیات اعلیٰ حضرت)

امام عشق ومحبت نے آداب حاضری بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تحریر فرما کر امت مسلمہ کو بارگاہ رحم وکرم سے بھیک مانگنے کا کتنا عمدہ سلیقہ بتایا، آپ رقم طراز ہیں: ۱ زیارت اقدس قریب بواجب ہے ۲ حاضری میں خاص زیارت اقدس کی نیت کرو یہاں تک کہ امام ابن الہمام فرماتے ہیں: اس بار مسجد شریف کی بھی نیت نہ کرے ۳ راستہ بھر درود وذکر شریف میں ڈوب جائے ۴ جب حرم مدینہ نظر آئے بہتر یہ ہے کہ پیادہ ہولو، روتے، سر جھکائے، آنکھیں نیچی کئے، اور ہو سکے تو ننگے پاؤں چلو بلکہ

جائے سراست اینکہ تو پا می نہی.... پائے نہ بینی کہ کجا می نہی

۵ جب قبہ انور پر نگاہ پڑے درود وسلام کی کثرت کرو ٦ جب شہر اقدس پہنچو جلال و جمال محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تصور میں غرق ہو جاؤ ۷ جب در مسجد پر حاضر ہو صلوۃ وسلام عرض کر کے تھوڑا اٹھہرو جیسے سرکار سے حاضری کی اجازت مانگتے ہو، بسم اللہ کہہ کر سیدھا پاؤں پہلے رکھ کر ہمہ تن ادب ہو کر داخل ہو ۸ اس وقت جو ادب و تعظیم فرض ہے ہر مسلمان کا دل جانتا ہے کہ آنکھوں، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، دل سب خیال غیر سے پاک کرو ۹ یقین جانو کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سچی حقیقی دنیاوی جسمانی حیات سے ویسے ہی زندہ ہیں جیسے وفات شریف سے پہلے تھے....امام محمد ابن الحاج مکی مدخل اور امام احمد قسطلانی المواہب اللدنیہ میں اور ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات میں کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں اور ان کی حالتوں اور ان کی نیتوں، ان کے ارادوں، ان کے دلوں کے خیالوں کو پہچانتے ہیں، اور یہ سب حضور پر ایسا روشن ہے جس میں اصلا کوئی پوشیدگی نہیں (المدخل، ج:۱ص:۲۵۲، فصل فی زیارۃ القبور) ۱۰ اب کمال ادب میں ڈوبے ہوئے گردن جھکائے آنکھیں نیچی کئے، لرزتے، کانپتے، گناہوں کی ندامت سے پسینہ پسینہ ہوتے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عفو وکرم کی

امید رکھتے حضور والا کی پائیں یعنی مشرق کی طرف سے مواجہہ عالیہ میں حاضر ہو کر کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مزار انور میں روبقبلہ جلوہ فرما ہیں، اس سمت سے حاضر ہو کر کہ حضور کی نگاہ بیکس پناہ تمہاری طرف ہوگی اور یہ بات تمہارے لئے دونوں جہان میں کافی ہے۔ والحمد للہ۔ ۱۱ الحمد للہ اب کہ دل کی طرح تمہارا منھ بھی اس پاک جالی کی طرف ہے جو اللہ عز وجل کے محبوب عظیم الشان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آرام گاہ ہے نہایت ادب و وقار کے ساتھ باآواز حزیں وصورت درد آگیں، ودل شرمناک، وجگر چاک چاک، معتدل آواز سے نہ بلند وسخت، (کہ ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل اکارت ہو جاتے ہیں) نہ نہایت نرم و پست .... مجرا وتسلیم بجالاؤ اور عرض کرو، السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ السلام علیک یا رسول اللہ۔ السلام علیک یا خیر خلق اللہ۔ السلام علیک یا شفیع المذنبین۔ السلام علیک وعلیٰ الک واصحابک وامتک اجمعین۔ ۱۲ وقت رخصت مواجہہ انور میں حاضر ہو اور حضور سے بار بار اس نعمت کی عطا کا سوال کرو اور سچے دل سے دعا کرو کہ الٰہی ایمان وسنت پر مدینہ طیبہ میں مرنا اور بقیع پاک میں دفن ہونا نصیب ہو۔ (انوار البشارہ فی مسائل الحج والزیارۃ) بارہویں مبارک تاریخ کی مناسبت سے یہ بارہ آداب مذکور ہوئے۔

رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوں تو اپنے اس عاشق صادق کو عالم رؤیا میں متعدد بار اپنے دیدار پر انوار سے مشرف فرما چکے تھے۔ لیکن ابھی تک اس

عاشق کی اس دلی آرزو کی تکمیل نہ ہو سکی تھی، جس کی تکمیل کا عزم مصمم لئے بارگاہ محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے، چنانچہ ۱۳۲۴ھ میں آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو شوق دیدار کے ساتھ مواجہہ عالیہ میں درود شریف پڑھتے رہے.... انہیں امید تھی کہ ضرور سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عزت افزائی فرمائیں گے اور زیارت جمال سے سرفراز کریں گے۔ لیکن پہلی شب تکمیل آرزو نہ ہو سکی۔ یاس وحسرت کے عالم میں ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے:

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں..... تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

مقطع میں عاشق مصطفیٰ کا ناز اور ایک جلیل القدر ولی کا عرفان، پھر بے کسی ومحرومی کا اظہار کچھ عجب انداز لئے ہوئے نظر آتا ہے، عرض کرتے ہیں

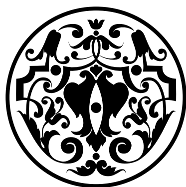
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا..... تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

مواجہہ شریف میں یہ نعت عرض کی اور مؤدب ومنتظر بیٹھ گئے۔ قسمت جاگی، حجاب اٹھا، اور عالم بیداری میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت اور جمال جہاں آرا کے دیدار سے شرفیاب ہوئے۔ یہ آقائے کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے وہ اعزاز ہے جو بڑے ناز کے پالوں ہی کو میسر آتا ہے.... حضرت رضا بریلوی قدس سرہ خواب میں تو بار بار زیارت جمال اقدس سے شرفیاب ہوئے مگر اس بار خاص روضۂ مقدسہ کے حضور عالم بیداری میں

دیدار سے سرفراز ہوئے ہیں جوان کے کمال عشق وعرفان کی کھلی ہوئی دلیل اور بارگاہ رسالت میں ان کی مقبولیت کا بین ثبوت ہے۔(امام احمد رضا اور تصوف،ص:۴۰،۴۱)

محبوب رب العلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے محبت ووارفتگی کا انعام بھی اس عاشق صادق کو کتنا عظیم ملا، آپ بارگاہ رسالت سے بڑے قریب ہو گئے، مدینۃ المنورہ کا فیضان آپ پر جھوم جھوم کر برستا تھا، نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نظر رحمت آپ کو اپنے جلووں سے سرشار رکھتی تھی۔ پوری زندگی اپنے آپ کو بارگاہ رسالت ونبوت کے کتوں کے زمرے میں شامل کر لینے کی خواہش رکھنے والا عاشق صادق جب اس دنیائے فانی سے رخصت ہوا تو رحمت کونین کی مہربانیوں کی موسلا دھار بارش میں اس عاشق کا پورا وجود شرابور تھا۔ جذبات محبت کے کیف میں سرشار اس پروانۂ نبوت کا یہ پر کیف اور پر انوار واقعہ ملاحظہ کریں جس سے بارگاہ محبوب میں اس پروانے کی مقبولیت ومحبوبیت کا اندازہ ہو جائے گا"بیت المقدس کے ایک شامی بزرگ،ٹھیک ۲۵ رصفر المظفر ۱۳۴۰ھ کو خواب میں کیا دیکھ رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حاضر دربار ہیں، لیکن مجلس پر سکوت طاری ہے ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ کسی آنے والے کا انتظار ہے، وہ شامی بزرگ بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں: فداک ابی وامی، میرے ماں باپ حضور پر

قربان کس کا انتظار ہے؟ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: احمد رضا کا انتظار ہے ،انہوں نے عرض کی ،احمد رضا کون ہیں؟ حضور نے فرمایا: ہندوستان میں بریلی کے باشندے ہیں۔ بیداری کے بعد انہوں نے پتہ لگایا تو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا ہندوستان کے بڑے ہی جلیل القدر عالم ہیں اور اب تک بقید حیات ہیں۔ پھر تو وہ شوق ملاقات میں ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ جب بریلی پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ آپ جس عاشق رسول کی ملاقات کو تشریف لائے ہیں، وہ ۲۵ رصفر (۱۳۴۰ھ) کو اس دنیا سے سوئے کوئے جاناں روانہ ہو چکا ہے۔ (سوانح اعلیٰ حضرت، ص: ۳۹۱)



امام احمد رضا بحیثیت مجدد

مخالفین اسلام کی ریشہ دوانیوں سے جب دین مرجھا جائے۔قرآنی احکام کی علی الاعلان مخالفت ہونے لگے۔سنت نبوی علیہ التحیۃ والثنا کی شمع فروزاں کولوگ گل کرنے کی ناجائز کوشش کرے۔توحید باری تعالیٰ اور رسالت ونبوت پہ حملے ہو۔جنت ودوزخ،حشر ونشر جس کا قطعی ثبوت قرآن وحدیث میں موجود ہے،کومحض خیالی تصورات سمجھا جائے۔غرض کہ دین اسلام،سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی صحیح تصویر جو تیرہ چودہ سو سالوں سے ذہن مسلم میں مرتسم ہے اس کومکمل مسخ کرنے کی بھر پور کوشش کی جائے تو ایسے ہولناک،دلخراش اور ناگفتہ بہ حالات میں اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے پسندیدہ دین کے تحفظ وبقا کے لئے،مرجھائے دین کوگلِ شگفتہ میں تبدیل کرنے کے لئے،دین حق کی دھندلائی تصویر کو پھر سے چمک دمک عطا کرنے کے لئے،مخالفین اسلام کے ریشہ دوانیوں کوطشت از بام کر کے اسلام ودین حق کے زلف برہم کوسنوارنے اورنکھارنے کے لئے ایک ایسے بطل جلیل،مرد مجاہد کواس خاکدان گیتی پر جلوہ گر کرتا ہے جسے اسلامی اصطلاح میں ''مجدد'' کہا جاتا ہے۔جس کی خبر صادق ومصدوق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث پاک میں دی ہے۔چنانچہ ارشاد

نبوی ہے: **ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مأۃ من یجدد لھا دینھا** ۔ ہر صدی کے ختم پر اس امت کے لئے اللہ تعالیٰ ایک مجدد ضرور بھیجے گا جو امت کے لئے اس کا دین تازہ کردے (ابوداؤد:۲/۲۴۱)

ایسے ہی ناگفتہ بہ حالات تیرہویں صدی ہجری میں پیدا ہوئے نتیجۃً اللہ تعالیٰ نے ایک ایسا مجدد بھیجا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح اپنی شان مجددیت میں درخشاں اور تاباں ہے۔فضل وکمال کے ساتھ ہر ایک علم میں اللہ ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے دین کے اس مجدد کو وہ بلند مرتبہ عطا فرمایا جس کے سامنے عرب وعجم،حل وحرم کے بڑے بڑے علما نے سر نیاز خم کئے۔جس کے علمی دبدبے سے ایشیا و یورپ کے فلاسفہ لرزتے رہے۔جس نے ہر باطل پروپیگنڈہ کا ایسا دنداں شکن جواب دیا کہ پھر پلٹ کر دیکھنے کا موقع نہ ملا۔جس نے اسلام پر آنے والے ہر طوفان بلاخیز کا نہایت جوانمردی کے ساتھ نہ صرف سامنا کیا بلکہ امت مسلمہ کو اس طوفان سے نکال کر ساحل سمندر عطا کیا۔جس نے سواد اعظم اہل سنت وجماعت کی تعلیمات ومعمولات پر پڑی دبیز چادر کو ہٹا کر مطہر ومنور کیا۔جس نے اسلام کی دھندلی تصویر کو ایسی صفافیت بخشی کہ امت کو اب وہ صاف تصویر دور سے ہی نظر آنے لگی۔جس نے دوات وقلم ہاتھ میں لیا تو لکھتے ہی چلے گئے اور دیکھتے ہی دیکھتے امت کو اپنے عقائد کے تحفظ کے لئے،اسلامی معمولات کی بقا کے لئے بلکہ سواد اعظم کو ہر طرح کے

خطرات وخرافات سے بچانے کے لئے پچاس علوم وفنون میں چودہ سو سے زائد کتابیں دے کر تاریخ کے اوراق میں اپنا نام سرِ فہرست کیا۔اس عظیم المرتبت مجدد کو آج پوری دنیا عزت واحترام کے ساتھ مجدد اعظم، وارث نبی صلی اللہ علیہ وسلم، پرتو جلال حضرت موسیٰ علیہ السلام، نائب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، آئینۂ امام اعظم قدس سرہ، مظہر سیدنا غوث اعظم علیہ الرحمہ، اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام عشق ومحبت الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ کے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے۔

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منصب مجددیت کے حوالے سے

شہزادۂ استاذ زمن علامہ حسنین رضا خان قادری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: اعلیٰ حضرت قبلہ کے فیضان مجددیت کا ظہور ۱۳۰۱ھ کے آغاز سے ہوا۔ یہ واقعہ ذرا تفصیل طلب ہے، واقعہ یہ ہے کہ ہمارے چچا مولوی محمد شاہ خان صاحب عرف ننھن خاں صاحب مرحوم سوداگری محلّہ کے قدیم باشندے تھے، اعلیٰ حضرت سے عمر میں ایک سال بڑے تھے، بچپن ساتھ گذرا، ہوش سنبھالا تو ایک جگہ نشست وبرخاست رہی، ایسی حالت میں آپس میں بے تکلفی ہونا ہی تھا۔ ان کو اعلیٰ حضرت قبلہ ننھن بھائی جان کہتے تھے۔ اوران کے ایک سال بڑے ہونے کا بڑا لحاظ فرماتے تھے۔ یہ بھی اکثر سفر وحضر میں ساتھ ہی رہتے تھے۔ آدمی ذی علم تھے۔ گھر کے خوش حال زمیندار تھے، یہاں تک کہ ندوہ کے مقابلے میں جب

اعلیٰ حضرت قبلہ نے بہار و کلکتہ کا سفر کیا تھا تو ننھن میاں بھی ساتھ رہے۔ میں نے اپنے ہوش سے اعلیٰ حضرت قبلہ کی صحبت میں خاموش اور مؤدب ہی بیٹھے دیکھا۔ انہیں اگر مسئلہ دریافت کرنا ہوتا تو دوسروں کے ذریعہ سے دریافت کراتے۔ میں مدتوں سے یہی دیکھ رہا تھا۔ ایک روز میں نے چچا سے عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت تو آپ کی بزرگی کا لحاظ کرتے ہیں۔ آپ ان سے اس قدر کیوں جھجکتے ہیں کہ مسئلہ خود نہیں دریافت کر سکتے۔ انہوں نے فرمایا کہ ہم اور وہ بچپن سے ساتھ رہے۔ ہوش سنبھالا تو نشست و برخاست ایک ہی جگہ ہوئی نماز مغرب پڑھ کر ہمارا معمول تھا کہ ان کی نشست میں آ بیٹھتے۔ سید محمود شاہ صاحب وغیرہ چند ایسے احباب تھے کہ وہ بھی اس صحبت کی روزانہ شرکت کرتے۔ عشاء تک مجلس گرم رہتی۔ اس مجلس میں ہر قسم کی باتیں ہوتی تھیں۔ علمی مذاکرے ہوتے تھے۔ دینی مسائل پر گفتگو ہوتی اور تفریحی قصے بھی ہوتے جس دن محرم ۱۳۰۱ھ کا چاند ہوا ہے اس دن حسب معمول ہم سب بعد مغرب اعلیٰ حضرت کی نشست گاہ میں آ گئے۔

اعلیٰ حضرت خلاف معمول کسی قدر دیر سے پہنچے۔ حسب معمول سلام علیک کے بعد تشریف رکھی۔ اور لوگ بھی تھے، مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ ننھن بھائی آج ۱۳۰۱ھ کا چاند ہو گیا، میں عرض کیا کہ میں نے بھی دیکھا اور بعض اور ساتھیوں نے چاند دیکھنا بیان کیا۔ اس پر فرمایا کہ بھائی صاحب یہ تو صدی بدل گئی ہے۔ میں بھی عرض کیا صدی تو بے شک بدل گئی ہے۔ خیال کیا تو واقعی اس چاند

سے چودہویں صدی شروع ہوئی تھی، اس پر فرمایا کہ اب ہم آپ کو بھی بدلنا چاہیئے۔ یہ فرمانا تھا کہ ساری مجلس پر ایک سکوت کا عالم طاری ہو گیا اور ہر شخص اپنی جگہ بیٹھا رہ گیا، پھر کسی کو بولنے کی ہمت ہی نہ ہوئی بات سمجھ ہی میں نہ آئی کہ یکا یک ایک رعب چھا جانے کا سبب کیا ہوا۔ دوسرے روز بعد نماز فجر جب سامنا ہوا اور ان کے مجددانہ رعب وجلال سے واسطہ پڑا تو یاد آیا کہ انہوں نے جو بدلنے کا فرمایا تھا تو وہ خدا کی قسم ایسے بدلے کہ کہیں سے کہیں پہنچ گئے اور ہم جہاں تھے وہیں رہے۔ وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ ہمیں ان سے بات کرنے کی ہمت ہی نہ ہوئی۔ بلکہ اس اہم تبدیلی پر ہم نے تنہائی میں بار بار غور بھی کیا تو بجز اس کے کوئی بات سمجھ ہی میں نہ آئی کہ ان میں من جانب اللہ اس دن سے کوئی بڑی تبدیلی کر دی گئی ہے جس نے انہیں بہت اونچا کر دیا ہے اور ہم جس سطح پر پہلے تھے وہیں اب بھی ہیں۔ ہاں جب دنیا انھیں مجدد مأۃ حاضرہ کے نام سے پکارنے لگی تو سمجھ میں آیا کہ وہ تبدیلی یہ تھے جس نے ہمیں اتنے روز حیران ہی رکھا۔ یہ تھے وہ تاریخ جس میں انھیں موجودہ صدی کا مجدد بنایا گیا اور مجددیت کا منصب جلیل عطا ہوا اور ساتھ ہی ساتھ وہ رعب عطا ہوا جو اسی تاریخ سے محسوس ہونے لگا، باوجودکہ ہمیں بے تکلفی کے لیل ونہار اب تک یاد ہیں، مگر رعب حق برابر روز افزوں ہے جو ان کے مدارج کی مزید ترقی کی دلیل ہے۔ (سیرت اعلیٰ حضرت، ص: ۶۰ تا ۶۲)

اعلیٰ حضرت ایک ولی کامل

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے برگزیدہ بندہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کو مقدس دین اسلام کی خدمات جلیلہ کے صلہ میں ولایت کاملہ کا منصب عظیم عطا فرمایا تھا اور سرکار رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سچی غلامی نے اعلیٰ حضرت کو قطبیت کا تاج کرامت بخشا تھا۔ چنانچہ اگر ایک طرف آپ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نائب ہیں تو دوسری طرف حضور سیدنا غوث اعظم محی الدین عبد القادر جیلانی بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مظہر بھی ہیں۔ آپ نے جس شان سے احیاء دین وتجدید ملت کے فرائض منصبی کو انجام دیا وہ شاہد عدل ہے کہ یقیناً آپ کی ذات گرامی حضور غوث اعظم شہنشاہ بغداد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تجلی گاہ تھی۔ خود اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ”ایک بار میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد کے ساتھ ایک بہت نفیس اور اونچی سواری ہے، حضرت والد ماجد نے کمر پکڑ کر مجھے سوار کیا اور فرمایا گیارہ درجہ تک تو ہم نے پہنچا دی آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے سرکار غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی مراد ہے۔ (الملفوظ، حصہ سوم، ص: ٦١)

بے شک سرکار غوثیت کی یہی وہ خصوصی غلامی ہے جس کے پیش نظر ہم

سرکار اعلیٰ حضرت کو قطب الوقت سے یاد کرتے ہیں۔آپ کے منصب ولایت کی رفعت اور درجۂ قطبیت کی بلندی کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ حرمین مقدس کے بڑے بڑے مشائخ وعارفین نے آپ کو اپنا شیخ طریقت بنایا۔آپ کو اپنا استاذ مانا،آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے،آپ سے اجازتیں لکھوائیں،اب رہے وہ مسافر جن کی پہنچ طریقت کی منزل یا حقیقت کے زینے تک محدود ہو وہ بھلا اس احمد رضا کو کیا پہچان سکیں گے جو اپنے آقا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نیابت عظمیٰ سے مشرف ہو کر معرفت وعرفان کی بلند منزل پر رونق افروز ہے۔

سالکین تو سالکین مجاذیب حضرات بھی جو شرعا مرفوع القلم ہوتے ہیں آپ کی عظمت ورفعت کے سامنے جبین احترام کو خم کر دیا کرتے تھے۔

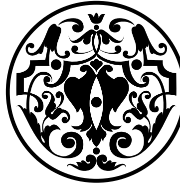
ایک مجذوب دِینا میاں جن کی زبان پوربی تھی وہ صرف ایک لنگوٹی باندھے رہا کرتے تھے۔انہوں نے ایک مرتبہ ٹرین کو اپنی کرامت سے روک دیا تھا۔شہر بریلی کے ہندو مسلمان سبھی ان کے نام سے واقف ہیں۔ایک ان کا گذر محلّہ سوداگران میں ہوا جب وہ اعلیٰ حضرت کی مسجد کے سامنے پہنچے تو آپ کاشانۂ اقدس سے تشریف لا رہے تھے۔دِینا میاں آپ کو دیکھ کر بھاگے اور ایک گلی میں جا کر چھپ گئے،لوگوں نے کہا میاں کیوں بھاگتے پھرتے ہو۔انہوں نے فرمایا کہ ''بابا مَولَوا آوَت ہے'' لوگ بولے کہ مولوی صاحب آرہے ہیں تو کیا ہوا۔تو

گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا ''پھرَ ج کھلے بھئے ہیں''یعنی قابل سَتر جسم کا حصہ کھلا ہوا ہے لہذا ایسی حالت میں ایک عظیم المرتبت پیشوائے طریقت کے سامنے جانا اس کے احترام کے خلاف ہے۔(ملخصا سوانح اعلیٰ حضرت،ص:۳۳۹۔۳۳۱)

بریلی شریف میں ایک مجذوب حضرت بشیر الدین آخوندزادے کی مسجد میں رہا کرتے تھے اور جو شخص ان کے پاس جاتا تو کم سے کم پچاس گالیاں سناتے،خود اعلیٰ حضرت بچپن ہی سے اولیاء کرام کے عاشق اور ان کی ملاقات کے شائق تھے،چنانچہ آپ کو اپنی نوعمری کے زمانے میں حضرت بشیر الدین مجذوب کی ملاقات کا شوق ہوا،ایک روز رات کے گیارہ بجے تنہا ان کے پاس تشریف لے گئے اور فرش پر جا کر بیٹھ گئے،حضرت بشیر الدین علیہ الرحمہ حجرہ میں چارپائی پر بیٹھے تھے آپ کو بغور پندرہ بیس منٹ تک دیکھتے رہے اور پوچھا کہ تم مولوی رضا علی صاحب کے کون ہو؟ اعلیٰ حضرت نے جواب دی کہ میں ان کا پوتا ہوں۔فوراوہاں سے جھپٹے اور آپ کو اٹھا کر لے گئے اور چارپائی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آپ یہاں تشریف رکھئے پھر پوچھا کہ کیا آپ مقدمہ کے لئے آئے ہیں؟ اعلیٰ حضرت نے فرمایا:مقدمہ تو ہے لیکن میں اس کے لئے نہیں آیا۔میں تو صرف دعائے مغفرت کے لئے حاضر ہوا ہوں قریب آدھے گھنٹے تک برابر کہتے رہے اللہ کرم کرے اللہ رحم کرے۔اس کے بعد اعلیٰ حضرت کے برادر اوسط حضرت مولانا حسن رضا علیہ الرحمہ ان کے پاس مقدمہ کی غرض سے حاضر

ہوئے، حضرت بشیر الدین علیہ الرحمہ نے ان سے خود ہی پوچھا کہ مقدمہ کے لئے آئے ہو۔ مولانا نے کہا جی ہاں، فرمایا کہ مولوی صاحب سے کہنا قرآن شریف میں یہ بھی تو ہے۔ نصر من اللہ وفتح قریب۔ بس دوسرے ہی دم مقدمہ فتح ہوگیا۔

(سوانح اعلیٰ حضرت، ص: ۳۳۱۔۳۳۲)



کرامات اعلیٰ حضرت

کرامت اولیاء اللہ کے لئے نہ باعث افتخار نہ اعلیٰ حضرت کے لئے سبب عز ووقار۔ سب سے بڑی کرامت اعلیٰ حضرت کی ''استقامت علی الشریعۃ'' ہے اور یہی علماء کرام اور صوفیاء عظام کے نزدیک اصل چیز ہے کہ ''الاستقامۃ فوق الکرامۃ'' اس لئے کہ کرامت میں حظ نفس ہے اور استقامت میں کسر نفس اور یہ بہت ہی اہم واقدم ہے۔

تاہم چند کرامتیں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی درج کی جاتی ہیں

(۱) میں نواب ضمیر احمد خان صاحب کے پاس بریلی میں ملازم تھا۔ جب ان کے بڑے بھائی نواب عزیز احمد صاحب کا انتقال ہوا، تو اعلیٰ حضرت نے ان کے روزہ ونماز کا حساب کر کے فدیہ کی رقم بتائی اور ان کی والدہ کی آرزو وتمنا کے مطابق اعلیٰ حضرت ہی نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور اس میں حسب دستور تیسری تکبیر کے بعد وہ سب دعائیں جو احادیث میں وارد ہیں (جنہیں ایک رسالہ کی شکل میں بنام ''الدعوۃ الممتازہ'' شائع بھی فرمادیا پڑھیں) ان کی بی بی صاحبہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت اچھی حالت میں ہے، جس کی توقع بظاہر ان کے اعمال کے اعتبار سے نہ تھی۔ بی بی صاحبہ نے

سبب دریافت کیا، فرمایا ''اعلیٰ حضرت نے میرے جنازے کی نماز پڑھی اور اتنی دعائیں کیں کہ میرے سب گناہ بخشوا دیئے'' یہ ان کی نماز پڑھانے کی برکت ہے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۳، ص:۱۴۷)

(۲) اعلیٰ حضرت کے ایک مرید با اخلاص امجد علی خان، بھینسوڑی شریف کے رہنے والے تھے۔ شکار کے بہت شائق تھے۔ اتفاق سے ایک دن شکار کو گئے تو گولی بجائے شکار کے آدمی کو لگی اور وہ مر گیا۔ پولیس نے مقدمہ قائم کر دیا اور قتل ثابت ہونے پر پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ پھانسی کی تاریخ سے پہلے ان کے رشتہ دار آخری ملاقات کے لئے جیل میں گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ امجد علی خان کے چہرے پر کسی قسم کی پریشانی کے نشانات نہیں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے امجد علی خان کی یہ کیفیت دیکھ کر اس سے پوچھا کہ تمہیں دو دن کے بعد پھانسی دی جائے گی مگر ہم تمہارے چہرے پر اس کا کوئی اثر نہیں دیکھ رہے ہیں۔ امجد علی خان نے جواب دیا کہ میرے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی مجھے خواب میں ملے ہیں اور انہوں نے بتایا ہے کہ انگریزی عدالت تم کو پھانسی نہیں دے سکے گی۔ دوسرے روز امجد علی خان کی والدہ اسے جیل ملنے کے لئے گئی۔ والدہ کے دل میں پھانسی کا خیال آتا تو بہت روتی۔ حوصلہ مند بیٹے نے پورے اعتماد کے ساتھ والدہ کو بتایا کہ مجھے پھانسی نہیں ہوگی اور میں ان شاء اللہ کل ناشتہ آپ کے گھر پر آ کر کروں گا۔ پھانسی کی مقررہ تاریخ پر صبح سویرے اسے جیل

سے نکال کر پھانسی کے تختہ پر کھڑا کرا دیا اور پوچھا اپنی آخری خواہش بتاؤ۔انہوں نے جواب دیا ابھی میرا وقت نہیں آیا وہ حیرت سے منھ تکنے لگے کہ عجیب دیوانہ ہے تختہ دار پر کھڑا کیا جا چکا ہے جان جانے میں صرف پھندہ کھینچنے کی دیر ہے اور کہتا ہے ابھی میرا وقت نہیں آیا۔اتنے میں قاصد دوڑتا ہوا آیا اور دور سے ہی یہ کہہ رہا تھا کہ رک جاؤ۔جب وہاں پہنچا تو معلوم ہوا کہ ملکہ وکٹوریہ کی تاج پوشی کی خوشی میں انگریزی حکومت نے کئی مجرموں کو عام معافی دے دی ہے۔ان میں امجد علی خان بھی شامل تھا۔ان کو اتار لیا گیا گھر آ کر دیکھا تو لاش لانے کی تیاری ہو رہی تھی اور کہرام بپا تھا۔انھیں دیکھ کر سب حیرت زدہ رہ گئے۔امجد علی نے کہا میں نہ کہتا تھا کہ مجھے پھانسی نہ ہوگی اور میں ناشتہ آپ کے ساتھ آ کر گھر پر کروں گا۔(اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت:ص:۱۳۳۔۱۳۴)

(۳)محمد ظہور خان صاحب موضع انوا،فتح پور ضلع غازی پور کا بیان ہے کہ میری شادی کو بارہ سال ہو گئے تھے اولاد نہیں ہوئی تھی دل میں اس کی تمنا تھی۔اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اللہ تعالیٰ نے حضور کی دعا وتوجہ سے ایک فرزند عطا فرمایا۔اس وقت تک میں شرف بیعت سے مشرف نہ ہوا تھا،دل میں تمنا تھی کہ آخر اعلیٰ حضرت کے وصال کے بعد حضرت حجۃ الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خان صاحب کلکتہ تشریف لائے اس وقت غلامی کی عزت حاصل ہوئی۔(حیات اعلیٰ حضرت،ج:۳،ص:۱۴۶)

(۴) عبد الرحیم خان صاحب موضع فیروز پور ضلع سلطان پور کا بیان ہے کہ میں آٹھ سال تک پیر کی تلاش میں حیران و پریشان سرگرداں رہا جن بزرگ کا تذکرہ خیر سنتا ان کی خدمت میں جاتا مگر تسلی نہ ہوتی اور اطمینان قلب ان کی بیعت کی طرف نہیں ہوتا تھا۔ جب بریلی شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اطمینان قلبی نصیب ہوا اور یقین ہوگیا کہ جن کی تلاش تھی وہ یہی ہیں۔ داخل ''سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ'' ہوا۔ اس کے بعد ملازمت کا اتفاق بھی بریلی شریف میں ہوگیا اور اکثر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضری کا موقع ملتا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۳،ص:۱۴۶)

(۵) سید ایوب علی رضوی بیان کرتے ہیں کہ مکان کلاں جہاں بعد میں حضرت مولانا حسن رضا خان صاحب رہنے لگے تھے۔ اس کی شمالی دیوار برسات میں گر گئی تھی عارضی طور پر پردے کا اہتمام وانتظام کرلیا گیا تھا۔ اس طرف ایک غیر مسلم کا مکان تھا یہی مکان اعلیٰ حضرت کا قدیم آبائی مکان تھا اور پہلے اعلیٰ حضرت قبلہ بھی اسی مکان میں تشریف رکھتے تھے۔ مسئلہ قربانی بقر کی وجہ سے مخالفت کی بنا پر رات کے وقت اعلیٰ حضرت پر ایک غیر مسلم نے اس طرف سے حملہ کرنا چاہا مگر جب اس طرف آنے کا قصد کرتا تو ایک شیر کو زیر دیوار گشت کرتے ہوئے پاتا بالآخر اپنے ارادے سے باز رہا۔ صبح کو حاضر خدمت ہوکر معافی چاہی اور سارا واقعہ بیان کیا

ع: تیرے اعدا میں رضا کوئی بھی منصور ہیں

(اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت: ص:۱۳۴۔۱۳۵)

(۶) سید ایوب علی رضوی ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک صاحب اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری بیوی کا انتقال ہو گیا ہے گھر میں میت پڑی ہوئی ہے۔ تجہیز و تکفین کے لئے میرے پاس ایک پیسہ بھی نہیں ہے۔ حضور میری مدد فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت نے اپنے نور باطن سے جان لیا کہ یہ نوسر باز ہے اور اس کو ذلیل کر کے نہیں نکالا بلکہ کچھ رقم مولانا ذکاء اللہ خان رضوی صاحب کو دے کر فرمایا کہ آپ ان کے ساتھ چلے جایئے اور کفن وغیرہ کا سامان کر دیجئے۔ خان صاحب حسب الارشاد ان کے ساتھ گئے اور تھوڑی دیر میں واپس آ کر جو رقم لے گئے تھے، حضور کے حوالہ کر دی اور عرض کیا کہ ان صاحب نے کچھ دور جا کر مجھ سے کہا کہ بھائی میت وغیرہ کچھ نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ میرے پاس جو دام تھے وہ جوئے میں ہار آیا ہوں مجھے دواؤں کے لئے ضرورت ہے لہذا جو کچھ رقم آپ لائے ہیں آدھی آپ لے لیجئے اور آدھی مجھے دے دیجئے۔ (اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت: ص: ۱۳۵)

(۷) ایک غیر مقلد مولوی صاحب مرادابادی اور منشی الطاف حسین صاحب مرادابادی سے پیلی بھیت میں کسی مسئلہ پر بحث ہوئی۔ اس غیر مقلد صاحب سے جواب نہ بن پڑا تو اعلیٰ حضرت کی شان میں کلمات ناشائستہ بول

اٹھے۔الطاف حسین صاحب نے کہا کہ آپ کو اس مسئلہ میں شبہ ہے تو اعلیٰ حضرت سے بریلی چل کر تشفی کر لیجئے، کرایہ آمد ورفت کا میں ادا کروں گا۔ وہ مولوی صاحب بولے میں وہاں نہ جاؤں گا۔ شب کو انھوں نے خواب دیکھا کہ انہیں کسی جگہ جانا ہے، بیچ میں عظیم الشان دریا حائل ہے۔ کشتی کا پتہ نہیں اس فکر میں ہیں کہ دو سوار دیکھے کہ خشکی کی طرف سے آتے ہیں اور دریا میں جا رہے ہیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ حضور مجھے بھی لیتے چلئے۔ ان میں سے ایک صاحب نے کہا اسے چھوڑ دیجئے، یہ ناپاک ہے، ان مولوی صاحب کو سخت تعجب ہوا کہ میں تو بڑا پکا موحد بلکہ مولوی ہوں، مجھے ناپاک کس وجہ سے فرمایا۔ اس پر ان کو کچھ تنبہ ہوا کہ شاید مولانا احمد رضا خان صاحب کی شان میں گستاخی اور عقیدۂ غیر مقلدیت کی وجہ سے ایسا فرمایا، اسی تردد میں تھے کہ کچھ دنوں کے بعد دوسرا خواب دیکھا کہ ایک بہت بڑا عظیم الشان شہر ہے۔ اس کا پھاٹک بھی اس کی شان کے لائق ہے اور دونوں طرف دربان کھڑے ہیں اور لوگ اندر جا رہے ہیں جو اندر جانا چاہتا ہے دربان اس سے کچھ پوچھتا ہے اور چٹھی مانگتا ہے۔ جو چٹھی دیکھا دیتا ہے اس کو اندر جانے دیتا ہے۔ میں نے پوچھی کہ یہ کیا جگہ ہے؟ دربان نے کہا کہ حضور اقدس سرکار دو جہاں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دربار ہے۔ میں نے کہا کہ مجھے بھی جانے دیجئے۔ اس نے پوچھا چٹھی تمہارے پاس ہے میں نے کہا نہیں۔ دربان نے کہا میں حضور سے اجازت لے لوں وہ اجازت لینے گیا۔ حضور اقدس صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سے کہو کہ پاک صاف ہو کر چٹھی لے کر آئے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ اس کا کیا مطلب کیسے پاک صاف آؤں اور چٹھی کہاں سے لاؤں؟ اس نے جا کر دریافت کیا ارشاد ہوا کہ ''مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی سے پاک صاف ہو کر اور انہیں سے چٹھی لے کر آؤ'' اس وقت آنکھ کھل گئی اور پھر سونا حرام ہو گیا۔ اسٹیشن پیلی بھیت پہنچا اور ٹکٹ لے کر بریلی شریف پہنچا۔ اعلیٰ حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور سب حال عرض کیا، توبہ کی، داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہوا، حضور نے شجرہ عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ''یہی چٹھی ہے اور جس کشتی کی تلاش تھی وہ پیر ہے''۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۳، ص:۱۴۷۔۱۴۸)

(۸) عبدالرحیم خان صاحب موضع فیروز پور ضلع سلطان پور کا بیان ہے کہ میں برما میں تھا قرآن شریف پڑھنے کے متعلق ایک شخص سے جھگڑا ہوا۔ میں نے اسے بلایا کہ آؤ میں تمہیں دکھا دوں وہ بہت غصہ میں آیا اور ڈنڈا اس کے ہاتھ میں تھا، مجھ کو مارنے کے لئے اٹھا۔ مجھے سخت صدمہ ہوا۔ جب میں سویا تو خواب میں اعلیٰ حضرت تشریف لائے اور فرمایا ''عبدالرحیم!'' میں حاضر ہوا تو مجھے تسلی دی۔ پڑوس میں ایک صاحب لکھنو کے رہنے والے تھے وہ اور ان کی بیوی اس وقت جاگ رہی تھی۔ صبح کے وقت انہوں نے پوچھا کہ ''رات کو کون صاحب تشریف لائے تھے'' میں نے کہا، آپ کو کیا خبر، انہوں نے کہا کہ ''ہم دونوں میاں

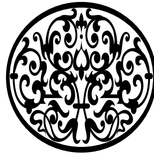
بیوی اس وقت جاگ رہے تھے انہوں نے جوتم کو نام لے کر بلایا اس آواز کو ہم نے سنا'' میں آبدیدہ ہوا اور کہا کہ یہ میرے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت کا کرم ہے کہ غلاموں کی تسکین کے لئے تشریف لائے۔(حیات اعلیٰ حضرت، ج:۳،ص:۱۴۹)

(۹) عبدالرحیم خان صاحب موضع فیروز پور ضلع سلطان پور کا بیان ہے کہ نواب ضمیر احمد صاحب کے یہاں ایک پیرمرد میرے ساتھ ملازم تھے۔وہ بیان کرتے تھے کہ بریلی کے ایک رمال تھے، وہ پیلی بھیت اکثر جایا کرتے تھے پیلی بھیت کے جنگل میں ایک فقیر رہتے تھے میں ان کی تلاش میں رہا کرتا تھا۔اتفاقاً ایک دن ان سے ملاقات ہوگئی، بہت بوڑھے آدمی پپوٹیں آنکھوں پر لگی ہوئی ہیں، میں نے سلام کیا جواب دیا اور کہا بچہ یہاں کہاں آیا بھاگ بھاگ کہ یہ شیروں کا جنگل ہے میں بیٹھ گیا کیا دیکھتا ہوں کہ پیچھے سے ایک شیر آرہا ہے۔میں نے کہا حضرت بچایئے شیر آرہا ہے، ان بزرگ نے شیر کی طرف دیکھا، شیر وہیں کھڑا رہ گیا اور مجھ سے فرمایا کہ تو یہاں سے چلا جا۔تیرا حصہ یہاں نہیں ہے۔پھر میں نے کہا ''میرا حصہ کہاں ہے، میری دلی تمنا یہی ہے کہ حضور ہی سے بیعت ہوں'' اس پر فرمایا کہ ''بریلی محلہ سوداگران میں ایک قطب مولوی ہے تیرا حصہ وہاں ہے'' میں نے نام پوچھا تو ''اعلیٰ حضرت امام اہل سنت'' کا نام نامی لیا اور مجھے اپنے ساتھ جنگل کے باہر لاکر واپس چلے گئے۔اس کے بعد میں بریلی

آیا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مرید ہوا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۳،ص:۱۴۹۔۱۵۰)

(۱۰) جناب محمد حسین صاحب رضوی کا بیان ہے کہ ماہ شعبان ۱۳۳۷ھ میں میرے گھر میں ران میں تین گلٹیاں نکلیں میں فوراً اعلیٰ حضرت کے روضہ پر حاضر ہوا اور روکر دعا مانگی کہ ''حضور ایک سوا مہینے کی ہے اور دوسرے سب بچے بھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ حضور میرا گھر تباہ ہو رہا ہے، دعا فرمایئے'' حضور اپنی حیات میں مجھ سے فرمایا کرتے تھے کہ پیر حشر میں، قبر میں، ہر جگہ مدد کرتا ہے، حضور اس وقت سے زیادہ کون وقت ہوگا۔ میرے لئے دعا فرمایئے اور اسی حالت میں بہت رویا۔ بعدہ دونوں شہزادوں کی خدمت میں حاضر ہوا، انہوں نے دعا فرمائی تعویذ دیئے غسالہ کا پانی دیا کہ اس کو پلایئے گلٹیوں پر لگایئے اذانیں کہیئے، گھر آکر دیکھتا ہوں کہ مرض آدھا رہ گیا، اس سے قبل سرسام ہوگیا تھا۔ قریب ایک ماہ تک پورا اثر رہا، زبان بالکل لکڑی ہوگئی تھی۔ چھ ماہ تک حالت خراب رہی اب بحمد اللہ بالکل ٹھیک ہیں۔ ایام علالت میں منجھلی لڑکی نے اعلیٰ حضرت کو خواب میں دیکھا، فرماتے ہیں تیرے والد اس قدر ناامید ہوگئے ہیں ان سے کہدو آرام ہوجائے گا، چنانچہ دن بدن صحت ہوتی گئی۔ اب تک بحمد اللہ تعالیٰ جسے عرصہ پانچ سال کا ہوا زندہ ہیں۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۳،ص:۱۵۱)

(۱۱) مولوی اعجاز ولی خان صاحب کا بیان ہے کہ مولوی سید سردار احمد بن سید مصاحب (جو اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں اور اعلیٰ حضرت کے مزار شریف کے سامنے ان کا مکان ہے) نے کہا کہ ملازمت کے سلسلے میں میں نینی تال پر تھا کہ خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے کپڑے جل رہے ہیں اور آقائے نعمت اعلیٰ حضرت فرمارہے ہیں سردار احمد کپڑے بجھاؤ۔ فورا آنکھ کھل گئی دیکھا کہ واقعی لحاف میں آگ لگی ہے اور حضرت قریب ہی تشریف فرما ہیں اور فرمارہے ہیں ''سردار احمد آگ بجھاؤ'' میں نے چاہا کہ پہلے اعلیٰ حضرت کے قدم لوں پھر آگ بجھاؤں۔ جیسے ہی اعلیٰ حضرت کی طرف بڑھا حضرت نظروں سے غائب ہوگئے میں نے کپڑے بجھائے۔ چار انگلی لحاف جل گیا تھا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ج:۳،ص:۱۵۲)



ملک العلماء اور حیات اعلیٰ حضرت

ملک العلماء، فاضل بہار، ماہر علوم عقلیہ ونقلیہ حضرت علامہ مولانا مفتی الشاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ ہندوستان کے ان چند منتخب اور نامور عالموں ومصنفوں میں سے تھے جن کا علمی فضل وکمال کا شہرہ دور دور تک پھیلا اور جن کی تصنیفات وتالیفات سے پورا بر صغیر مستفید ہوا۔ وہ ایک کہنہ مشق مفتی، باکمال استاذ، عمدہ مفسر، بے پناہ مضبوط قوت حافظہ رکھنے والے محدث، صاحب طرز ادیب ومصنف، باطل کو چاروں شانے چت کرنے والے ایک عظیم ذہین وبیدار مغز مناظر، جادو بیان خطیب وواعظ تھے۔ بقول ڈاکٹر مختار الدین احمد'' وہ ٹھوس علمی صلاحیت رکھنے والے کامیاب اور شفیق استاذ، علمی تقریر کرنے والے شگفتہ بیان مقرر، دل نشین باتیں کرنے والے مؤثر واعظ، اپنے منطقی وعلمی استدلال سے فریق مخالف کو لاجواب کر دینے والے مناظر اور پچاسوں کتابوں کے نامور مصنف تھے۔ جن کی تالیفات وتصنیفات کا دائرہ وسیع تھا اور بہت سے علوم وفنون پر مشتمل۔ وہ عالم باعمل تھے شریعت کے سخت پابند، طریقت کی راہ کے مجاہد اور حب رسول میں سرشار، ان کی زندگی کا نظام الاوقات سخت منضبط تھا انھوں نے اپنے اوقات اس طرح تقسیم کرر کھے تھے کہ گونا

گوں مشغولیات کے باوجودان کا خاصہ وقت وظائف واوراداور یادالٰہی کے لئے مخصوص تھا‘‘(حیات اعلیٰ حضرت،جلداول،ص:۵)

ملک العلماء کی علمی صلاحیت واستعداد کے حوالے سے مجدداعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:’’مکرمی مولانا مولوی محمد ظفرالدین صاحب قادری سلمہ فقیر کے یہاں کے اعز طلبہ سے ہیں اور میرے بجان عزیز ابتدائی کتب کے بعد یہیں تحصیل علوم کی اوراب کئی سال سے میرے مدرسے میں مدرس اوراس کے علاوہ کارافتا میں میرے معین ہیں،سنی خالص مخلص نہایت صحیح العقیدہ ہادی مہدی ہیں عام درسیات میں بفضلہٖ تعالیٰ عاجز نہیں،مفتی ہیں،مصنف ہیں،واعظ ہیں،مناظرہ بعونہ تعالیٰ کرسکتے ہیں،علماء زمانہ میں علم توقیت سے تنہا آگاہ ہیں،امام ابن حجر مکی نے زواجر میں اس علم کوفرض کفایہ لکھا ہے اوراب ہند بلکہ عام بلاد میں یہ علم علماء بلکہ عام مسلمین سے اٹھ گیا،فقیر نے بتوفیق قدیراس کا احیا کیا اورسات صاحب بنانا چاہے جن میں بعض نے انتقال کیا،اکثراس کی صعوبت سے چھوڑ بیٹھے،انہوں نے بقدر کفایت اخذ کیا اوراب میرے یہاں کے اوقات طلوع وغروب ونصف النہار ہرروز تاریخ کے لئے اور جملہ اوقات ماہ مبارک رمضان شریف کے بھی بناتے ہیں‘‘۔(جہان ملک العلماء،ص:۱۵۲)

ملک العلماء علوم وفنون کے کوہ ہمالہ بھلا کیوں نہ ہوکہ آپ کے اساتذہ

کی فہرست میں جہاں ایک طرف حجۃ العصر حضرت علامہ مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ، علامۃ الدھر مولانا احمد حسن کانپوری علیہ الرحمہ اور مولانا شاہ عبید اللہ پنجابی رحمہ اللہ وغیرھم کے نام درج ہیں وہیں دوسری طرف اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام عشق ومحبت مجدد اعظم فقیہ ومحدث عالَم سیدنا الشاہ امام احمد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی درج ہے ایسے عالم میں ملک العلماء کی علمی گہرائی و گیرائی کا کون اندازہ کرسکتا ہے!۔ملک العلماء بھی اپنے اس مشفق ومہربان استاذ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری نور اللہ مرقدہ سے بڑی گہری عقیدت ومحبت رکھتے تھے، جلوت ہو یا خلوت ہر جگہ اپنے اس محسن کا ذکر جمیل آپ کا وطیرہ تھا، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ایک اور خلیفہ حضرت مولانا سید شاہ غیاث الدین حسن شہسرامی جب کبھی حضرت ملک العلماء کے دولت کدے ''ظفر منزل'' پٹنہ تسریف لے آتے تو یہ دونوں حضرات پوری پوری رات اپنے اس عظیم محسن کے ذکر جمیل میں گذار دیتے۔ پروفیسر مختار الدین احمد اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''رات کے کھانے کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا والہانہ ذکر شروع ہوتا اور ان کے فضائل ومناقب میں پوری رات گذر جاتی تھی۔ درمیان میں کبھی کبھی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف، تحریرات کے دفتر بھی کھل جاتے تھے اور عبارتیں پڑھی جاتی تھیں اور ان کے محاسن پر گفتگو ہوتی تھی۔ دونوں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے عاشق جو

ٹھہرے''(ماہنامہ جہان رضا لاہور، جون، ۱۹۹۹ء ص:۶۱)

ملک العلماء کو ان انفرادی تذکروں سے تسلی نہ ہوتی آپ ہمہ دم اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کس طرح اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے فضائل ومناقب، آپ کی دینی وعلمی خدمات، آپ کی تصنیفات وتالیفات کا ذکر جمیل، آپ کا سوانحی خاکہ زینت مسند عوام وخواص ہو اور سب لوگ اس سے مستفید ومستنیر ہوں بالآخر آپ کی کوشش اور دعاء سحر گاہی رنگ لائی، بڑی محنت وجانفشانی اور تگ ودو کے بعد باب رضویات کا اولین دستاویز بنام ''حیات اعلیٰ حضرت'' معرض وجود میں آیا۔ ''حیات اعلیٰ حضرت'' یہ کتاب کا تاریخی نام ہے جس سے ۱۹۳۸ء کے اعداد نکلتے ہیں۔ اسی کتاب کا دوسرا تاریخی نام باعتبار ختم تالیف ''مظہر المناقب'' ہے جس سے ۱۳۶۹ھ کے اعداد مستخرج ہوتے ہیں۔ گو کہ اس عظیم مجموعہ کی ترتیب وتدوین اور نشر واشاعت میں تاخیر ہوئی اور کافی تاخیر ہوئی مگر اس تاخیر کے اسباب وعوامل بھی تھے، چنانچہ خود ملک العلماء اس سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں: ''افسوس صد ہزار افسوس کہ اس آفتاب عالم تاب کو غروب ہوئے آج ۱۹۳۸ء میں سترہ سال ہو گئے مگر سوا اس مختصر منظوم ''ذکر رضا'' حامی دین وملت مولانا مولوی محمود جان صاحب جام جودھپوری کے، کوئی مفصل سوانح عمری آپ کی شائع نہ ہوئی۔ پھر بھی ہم رضویوں کو جناب مولوی سید ایوب علی صاحب رضوی بریلوی کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ انہوں نے اس طرف سب سے

پہلے توجہ فرمائی اور برادران طریقت کو توجہ دلائی۔ان کی تحریک سے بعض احباب نے کچھ حالات ان کے پاس لکھ بھیجے اور زیادہ حصہ خود سید صاحب موصوف نے لکھا ان کو میرے ''حیات اعلیٰ حضرت'' لکھنے کی خبر ہوئی تو جو کچھ مواد ان کے پاس تھا سب مجھے عنایت فرمادیا خداوند عالم کا ہزار ہزار شکر کہ عرصہ بارہ سال میں یہ کتاب چار جلدوں میں مکمل ہوئی اور باعتبار ختم تالیف ''مظہر المناقب'' ۱۳۶۹ھ تاریخی نام تجویز ہوا مولیٰ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے اور سب سنیوں کو اس سے فائدہ پہنچائے۔آمین''۔(حیات اعلیٰ حضرت،اول،ص:۵۶۔۵۵)

اس وقت راقم الحروف کے پیش نظر ''حیات اعلیٰ حضرت'' کا وہ نسخہ ہے جس کو مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور نے حضرت پیرزادہ اقبال احمد فاروقی کی ترتیب وتہذیب سے نہایت عمدہ انداز میں دو جلدوں میں طبع کیا ہے۔جلد اول ایک ہزار اسّی (۱۰۸۰)صفحات پر مشتمل ہے جبکہ جلد دوم پانچ سو بانوے(۵۹۲)صفحات کو محیط ہے۔''حیات اعلیٰ حضرت'' کے اس جدید ایڈیشن کی باضابطہ اشاعت کے حوالے سے پیرزادہ اقبال احمد فاروقی صاحب لکھتے ہیں:''حیات اعلیٰ حضرت'' کی طباعت میں خدا جانے کیا کیا مشکلات درپیش آئیں.....بہرحال یہ تیس سال کا طویل عرصہ بھی بڑی بے چینی سے گذرا۔محترم ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کو خدا خوش رکھے۔انہوں نے اپریل ۲۰۰۳ء میں ہمیں یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ وہ اپنے خاندانی کاغذات کا ایک صندوق دیکھنے لگے

تو اس میں سے حضرت ملک العلماء کی اس نادرو نایاب کتاب کا قلمی مسودہ برآمد ہوا۔ جس کی تلاش میں ہم مدتوں مارے مارے پھر رہے تھے۔ ہم نے فوراً ان کی خدمت میں لکھا کہ آپ بلاتعویق یہ گم شدہ خزانہ ہمارے حوالے کریں تا کہ اسے شائع کیا جاسکے۔ ڈاکٹر صاحب کا خدا بھلا کرے انہوں نے ہم پر اعتماد کرتے ہوئے مسودہ پاکستان بھیجا ہمیں یوں محسوس ہوا کہ........ چالیس سالہ گم شدہ ماہ کنعان مل گیا ہے..... ہم اس قلمی مسودے کو پڑھتے چلے گئے اور اس کی پیرابندی کی، عنوانات قائم کئے، مروجہ انداز املا اپنایا اور اسے کمپیوٹر کے خوبصورت حروف سے سجا کر آپ کے سامنے لے آئے ہیں۔ گویا اس طرح ہم محبت کو نیا رنگ دے کر آپ کے سامنے آرہے ہیں۔ ہم ڈاکٹر مختار الدین احمد، ایم اے، پی ایچ ڈی علی گڑھ کے احسانات کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کریں جنہوں نے اپنے والد مکرم کی گم شدہ تالیف لطیف کو اپنے خاندانی کاغذات سے نکالا، ہم پر اعتماد کیا۔ وہ مزید آگے بڑھے، بات بات پر، صفحہ صفحہ پر، سطر سطر پر ہماری راہنمائی فرماتے گئے۔ مشورے دیئے، ہماری مشکلات کو سامنے رکھا، سابقہ خطرات وخدشات کے باوجود ان کی نگرانی میں ''حیات اعلیٰ حضرت'' زیور طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں میں آگئی ہے۔ ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس عظیم الشان کتاب کو اس انداز سے تیار کیا ہے کہ قارئین کو پڑھنے میں ہر طرح کی آسانی ہو اور مطالعہ کے وقت طبع سلیم پر کسی قسم کی گرانی نہ ہو۔ اور جب کتاب کے صفحات

کھولیں تو صفحات کے صفحات کھولتے جائیں اور اپنے دامن دل و دماغ کو حیات اعلیٰ حضرت کی خوشبوؤں سے معطر و معنبر کرتے جائیں"۔(حیات اعلیٰ حضرت، اول ص:۲۲۔۲۳)

بہر حال کتاب چھپی۔ہم یہاں "حیات اعلیٰ حضرت" کا ایک عمومی جائزہ پیش کرتے ہیں جس سے قارئین کو کتاب کی عظمت و اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو جائے گا۔کتاب کی فہرست سازی کا کام جس انداز میں ہوا ہے اس کا اجمالی خاکہ دیکھیں۔جلد اول کی ترتیب اس طرح ہے سب سے پہلے:

"مؤلف کتاب کے مختصر حالات کا تذکرہ"۔

"حیات اعلیٰ حضرت" کی تالیف وطباعت سے متعلق کچھ باتیں۔

ساتھ ہی ملک العلماء کا ایک قلمی عکس بھی نذر قارئین ہے۔

پھر اصل کتاب کو متعدد ابواب میں تقسیم کر کے ہر باب کے تحت اس سے متعلقات کو بڑے دل نشین اور تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں چنانچہ پہلے باب کی سرخی ہے:

"اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے خاندانی حالات" پھر اس مرکزی عنوان کے تحت ذیلی عناوین بنا کر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ کے جد مکرم مولانا رضا علی خان بریلوی، آپ کے والد گرامی مولانا نقی علی خان بریلوی کے حالات بیان کئے گئے ہیں، پھر اعلیٰ حضرت کی ولادت کا تذکرہ اور آپ کا خاندانی شجرہ

آپ کی اولاد امجاد کی تفصیل کو درج کیا گیا ہے۔

''اعلیٰ حضرت کا حلقۂ احباب'' اس کے تحت ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت کے حلقۂ احباب کے کچھ خاص حضرات کا ذکر خیر تحریر فرمایا ہے۔

''قیام میلاد پر اعلیٰ حضرت کے نظریات'' اس باب کے تحت قیام میلاد کے جواز پر لکھی جانے والی کتابیں اور قیام میلاد پر علمائے مکہ و مدینہ کا فتویٰ اور حرمین طیبین میں میلاد النبی کی مجالس کا جامع اور مختصر جائزہ موجود ہے۔

''اعلیٰ حضرت کی تقاریر و خطابات'' مقصود عنوان باب سے ظاہر ہے۔

''ڈاکٹر ضیاء الدین وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اعلیٰ حضرت کی خدمت میں'' اس باب کے تحت ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی علم ریاضی، تکسیر، ہیئات، توقیت اور علم جفر میں مہارت و کمال کا خوبصورت جائزہ پیش کیا ہے اور بدایوں کے مقدمہ میں فتح کی ایک مختصر روداد بھی تحریر فرمائی ہے۔

''اعلیٰ حضرت کے چند شاگردان عزیز''۔ ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے ملکی اور غیر ملکی سفر''۔ ''اعلیٰ حضرت سفر مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کو روانہ ہوتے ہیں''۔ اعلیٰ حضرت مدینہ منورہ میں حاضر ہوتے ہیں'' ان ابواب کے تحت ملک العلماء نے جو دلچسپ معلومات فراہم کی ہے یقیناً وہ پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ الدولۃ المکیہ کی تصنیف، وہابیوں کی ہزیمت، علمائے مکہ و مدینہ کا بارگاہ اعلیٰ حضرت میں خراج تحسین، حسام الحرمین اور الدولۃ المکیہ پر علمائے مدینہ کی تقاریظ

اور سیدنا اعلیٰ حضرت کا سرور کائنات نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حالت بیداری میں دیدار کرنا، ان باتوں کو بھی ملک العلماء نے انھیں ابواب میں درج فرمایا ہے۔

''مقدمہ بدایوں کی روئیداد'' اس باب کے تحت علمائے بدایوں کا اعلیٰ حضرت کے خلاف مقدمہ کرنا اور اعلیٰ حضرت کی اس مقدمہ میں فتح مبین کی داستان تفصیل کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔

''اعلیٰ حضرت کی خوابین اور بشارتیں'' ان کو بھی مستقل ایک باب کے تحت ملک العلماء نے بیان فرمایا ہے۔

''ملکی سیاسیات پر اعلیٰ حضرت کی ایک نظر'' اس باب کے تحت ملک العلماء نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی سیاسی خدمات کا جائزہ پیش کیا ہے اور جنگ آزادی کے پس منظر اور پیش منظر کو خوبصورت الفاظ کا جامہ پہنایا ہے۔ نیشنل کانگریس، خلافت کمیٹی، دوقومی نظریہ، ترک موالات کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کے نظریات کو واضح کیا ہے۔

''اسلام میں مجدد کا مقام واہمیت'' اس باب میں تو ملک العلماء نے علم کا دریا بہا دیا ہے، جس سے خود ملک علماء کی علمی دقیقہ سنجی کا پتہ چلتا ہے۔ اس میں ملک العلماء نے مجدد کے اوصاف اور مجدد کی علامات پر تفصیلی بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ چودھویں صدی کے بالاتفاق مجدد امام احمد رضا قادری بریلوی ہیں۔

’’مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت پر اعلیٰ حضرت کا تعاقب‘‘ اس میں مرزا کی جھوٹی نبوت کے تاروپود ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں۔

’’اعلیٰ حضرت اپنے معاندین کے اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں‘‘ اس باب کے تحت ملک العلماء نے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت چالیس سال کی عمر تک کتنی کتابیں تصنیف کر چکے تھے، اعلیٰ حضرت نے کتنی زبانوں میں فتاوے اور نعتیہ اشعار لکھے۔

’’اعلیٰ حضرت کا طریقۂ بیعت وخلافت‘‘۔’’اعلیٰ حضرت کی کرامات‘‘۔’’اعلیٰ حضرت اکابر اہل سنت کی نظر میں‘‘۔اعلیٰ حضرت کا وصال اور اس کے متعلقات‘‘۔’’ملکی اخبارات میں تعزیتی شذرات‘‘ یہ سارے ابواب ’’حیات اعلیٰ حضرت‘‘ جلد اول کی زینت بنے ہوئے ہیں۔

’’حیات اعلیٰ حضرت‘‘ جلد دوم کی ترتیب کا اسلوب۔ملک العلماء علامہ مفتی ظفر الدین رضوی علیہ الرحمہ نے پہلے تصانیف اعلیٰ حضرت کے حوالے سے ایک خوبصورت تمہید تحریر فرمائی ہے، پھر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تین سو پچاس تصنیفات وتالیفات کی فہرست مرتب فرمائی ہے اور ان پچاس علوم وفنون جن پر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کو مہارت ودسترس حاصل تھی، کی ایک اجمالی فہرست پیش کیا ہے۔پھر فن اور موضوع کے اعتبار سے تصنیفات اعلیٰ حضرت کی تفصیل بیان کی ہے مزید وضاحت کے لئے فن اور موضوع کے اعتبار سے الگ الگ

تصنیفات وتالیفات اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ذکر کیا ہے۔اخیر میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی بعض اہم تصنیفات پر نہایت جامع ،مختصر اور دلنشین تبصرہ فرمایا ہے۔ یہ تبصرے تصانیف اعلیٰ حضرت اور علوم اعلیٰ حضرت کو سمجھنے کے لئے انتہائی اہم ہیں۔ کیونکہ ملک العلماء نے بعض ایسے علوم وفنون کی عقدہ کشائی فرمائی ہے جن کو پڑھنا پڑھانا تو دور کی بات ہمارے کانوں نے ان کے نام بھی نہ سنے ہوں گے، ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

ملک العلماء نے ''حیات اعلیٰ حضرت'' مرتب کر کے حیات رضا کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر فرمادیا ہے۔حیات اعلیٰ حضرت میں کیا نہیں ہے؟ سبھی کچھ تو ہے'علوم رضا،سیرت رضا،اخلاق رضا،کردار رضا،خاندان رضا،موضوعات رضا،تصنیفات وتالیفات رضا،تحقیقات رضا،نوادرات رضا،ارشادات رضا،عشق رضا بس ضرورت ہے پڑھنے کی،سمجھنے کی۔ یقیناً ملک العلماء رضویات کے معمار اول ہیں رضویاتی مشن کے مؤسس اول ہیں،حیات رضا،سوانح رضا،سیرت رضا،تذکرۂ رضا کے نام سے جتنی کتابیں اور مقالات تحریر کئے گئے ان سب کا ماخذ ومرجع بھی ''حیات اعلیٰ حضرت'' ہے اور مستقبل میں جو کچھ بھی رضا اور رضویات کے حوالے سے لکھا جائے گا ان سب کا بھی اصل سرچشمہ یہی ملک العلماء کی مرتب کردہ ''حیات اعلیٰ حضرت'' ہی ہوگی۔

خاتم المتکلمین علامہ مفتی نقی علی خاں کی حیات وخدمات

ولادت وشخصیت

علمی وروحانی مرکز، عقیدتوں کا باغ وبہار، شہر الفت و مؤدت مرکز سواد اعظم اہل سنت وجماعت بریلی شریف یوپی، یہ وہ مبارک شہر ہے جہاں کی مشکبار ہوائیں، فضائیں مسلمانان عالم کے قلوب واذہان کو معطر ومعنبر کرتی ہیں، جس شہر محبت کی حاضری کے لاکھوں دل مشتاق اور ہزاروں آنکھیں منتظر دید رہتی ہیں، کروڑوں اجسام اس شہر محبت کی عظمت ورفعت سینے میں بسائے محو خواب رہتے ہیں، بے شمار روحیں اس شہر عشق کے تذکرہ سے ایسے شاداں وفرحاں نظر آتی ہیں جیسے کوئی بنجر زمین پر موسلا دھار بارش ہوئی ہو، جذبۂ دید انگڑائی لینے لگتا ہے، محض اس عزم وارادہ سے ہی دل کی کھیتی ہری ہونے لگتی ہے کہ بریلی شریف جانا ہے اور کیوں نہ ہو کہ اس شہر پر بہار کی دینی، مذہبی اور علمی وادبی افق پر بہت سے ایسے چاند ستارے درخشاں بن کر چمکے جن کی تابناک کرنوں نے علم وادب کے ہر گوشہ کو روشن ومنور کر دیا اور پوری دنیا کو اپنی جلوہ ریزیوں سے فیضیاب کیا، انہیں نامور اور باکمال شخصیات میں ایک اہم نام ''مولانا مفتی نقی علی خان بریلوی'' کا بھی ہے۔

آپ کی ولادت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر محمد حسن رضا پی ایچ ڈی لکھتے ہیں: ''انیسویں صدی کا ابتدائی دور ہندوستانیوں اور خصوصا مسلمانوں کے لئے انتہائی پر آشوب دور تھا، مسلمانوں میں نئی نئی تحریکیں جنم لے رہی تھیں جو مسلمانوں کو کافر ومشرک اور بدعتی بنانے میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کی کوشش کررہی تھیں، مسلمان زبردست کشمکش کا شکار تھے۔ایک طرف پوری ملت اسلامیہ مذہبی خانہ جنگی کا شکار تھی۔کفر وشرک وبدعت کے شور وغوغہ سے پورا مذہبی ماحول گرد آلود تھا۔دوسری جانب انگریز مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر کے اپنے اقتدار کے مواقع بڑھارہے تھے۔یہ ماحول مسلمانوں کے لئے انتہائی کسمپرسی کا تھا۔مسلمانوں کے جو نامور علما اور دانشور تھے ان میں بیش تر جہاد آزادی میں کام آگئے تھے اور جو باقی بچے وہ اس مذہبی اور سیاسی بحران سے ملت اسلامیہ کو بچانے میں مصروف ہو گئے۔اس مسلم مخالف طوفان کو روکنے کے لئے ایک ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جسے علوم نقلی وعقلی دونوں میں پوری دستگاہ حاصل ہو اور تمام علوم وفنون میں ممتاز مقام رکھتا ہو۔جو ایک جانب توحید کی شمع روشن کرے تو دوسری جانب فخر کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ووارفتگی کا پرچم لہرائے اور نئی نئی مسلم کش تحریکوں کا منھ توڑ جواب دے سکے۔انیسویں صدی کی تیسری دہائی کے آخری سال میں ایک ایسی ہی گراں مایہ اور عبقری شخصیت نے اس دنیائے آب وگل میں قدم رکھا جسے عالم اسلام مولانا مفتی نقی علی خان کے نام سے جانتا ہے۔(۱)

آپ کی ولادت باسعادت ۱۲۴۶ھ ۱۸۳۰ء میں بریلی شریف کے معروف علمی وادبی گھرانے میں ہوئی۔ چنانچہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ اپنے والد ماجد کی ولادت اور دیگر اوصاف رسالہ مبارکہ ’’جواہر البیان فی اسرار الارکان‘‘ میں یوں تحریر فرماتے ہیں: ’’وہ جناب فضائل مآب، تاج العلماء، راس الفضلا، حامی سنت، ماحی بدعت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، رضی اللہ عنہ وارضاہ وفی اعلیٰ غرف الجنان بواہ، سلخ جمادی الاخریٰ یا غرۂ رجب ۱۲۴۶ھ بارہ سو چھیالیس ہجریہ قدسیہ کو رونق افزائے دار دنیا ہوئے۔ اپنے والد حضرت مولانا اعظم خان فضائل پناہ عارف باللہ صاحب کمالات باہرہ وکرامات طاہرہ حضرت مولانا مولوی رضا علی خان صاحب روح اللہ روحہ ونور ضریحہ سے اکتساب علوم فرمایا۔ بحمد اللہ منصب شریف علم کا پایہ ذردۂ علیا کو پہنچا۔ راست می گویم دیز داں نہ پسند و جز راست۔

جو دقت انظار وحدت افکار فہم صاحب ورائے ثاقب حضرت حق جل وعلا نے انہیں عطا فرمائی ان دیار وامصار میں اس کی نظیر نظر نہ آئی، فراست صادقہ کی یہ حالت تھی کہ جس معاملے میں جو کچھ فرمایا وہی ظہور میں آیا۔ عقل معاش ومعاد دونوں کا بر وجہ کمال اجتماع بہت کم سنا۔ یہاں آنکھوں سے دیکھا۔ علاوہ بریں سخاوت، شجاعت، علو ہمت، کرم ومروت، صدقات خفیہ، میراث

جلیہ، بلندی اقبال، دبدبہ وجلال، موالات فقرا، امر دینی میں عدم مبالات باغنیا، حکام سے عزلت، رزق موروث پر قناعت وغیرہ ذلک۔ فضائل جلیہ وخصائل جمیلہ کا حال وہی جانتا ہے جس نے اس جناب کی برکت صحبت سے شرف پایا۔ ایں نہ بحریست کہ در کوزۂ تحریر آید۔

مگر سب سے بڑھ کر یہ کہ اس گرامی صفات کو خالق عزوجل نے حضرت سلطان رسالت علیہ افضل الصلوۃ والتحیۃ کی غلامی وخدمت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعدا پر غلظت وشدت کے لئے بنایا تھا۔ بحمد اللہ ان کے بازوئے ہمت وطنطنۂ صولت نے اس شہر کو فتنۂ مخالفین سے یکسر پاک کر دیا کوئی اتنا نہ رہا کہ سر اٹھائے نہ آنکھ ملائے۔ یہاں تک کہ شعبان ۱۲۹۲ھ کو مناظرۂ دینی کا عام اعلان مسمیٰ بنام تاریخی ''اصلاح ذات بین'' ۱۲۹۲ھ طبع کرایا اور سوائے مہر سکوت یا عار فرار وغوغائے جہال وعجز واضطرار کے مخالفین سے کچھ جواب نہ پایا۔ فتنہ شش مثل کا شعلہ کہ سب سے سر بفلک کشیدہ تھا اور تمام اقطار ہند میں اہل علم اس کے اطفاء پر عرق ریز وگردیدہ اس جناب کی ادنیٰ توجہ سے بحمد اللہ سارے ہندوستان سے ایسا فرو ہوا کہ جب سے کان ٹھنڈے ہیں، اہل فتنہ کا بازار سرد ہے، خود اس کے نام سے جلتے ہیں، مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت روز ازل سے اس جناب کے لئے ودیعت تھی جس کی قدر تفصیل رسالہ ''تنبیہ الجھال بالھام الباسط المتعال'' میں مطبوع ہوئی ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ (۲)

تاریخہائے ولادت ووصال کے حوالے سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں: ''فقیر غفرلہ نے چند مسجع اس جناب کی تواریخ ولادت باسعادت ووصال نیز مآل ملھم غیب سے پائے جن میں التزام ہے کہ باوجود التزام سلسلہ عبارت ہر فقرہ ایک مستقل جملہ ہو جو کسی طرف سے تعلق عطف بھی نہ رکھتا ہو جس کے سبب جو مادہ چاہئے تنہا محل تاریخ میں سنائیے کہ تعداد مواد کا سچا محصل یہی ہے۔اس کے ساتھ یہ التزام بھی رہا کہ تکمیل عدد کو لفظ حشو نہ بڑھا بعض مادے یہاں قرطاس پر جلوہ افزا ہیں۔(تواریخ ولادت)(۱)**جاء ولی نقی الثیاب علی الشان(۱۲۴۶ھ)(۲)فیہ اشارۃ الی اسمہ قدس سرہ والثیاب الاعمال قال تعالیٰ وثیابک فطھر (۳)رضی الاحوال بھی المکان (۱۲۴۶ھ)(۴)ھو اجل محققی الافاضل شھاب المد فقین الاماثل(۱۲۴۶ھ)(۵)قمر فی بر الشرف(۱۲۴۶ھ)(۶)بری من الخسوف والکلف(۱۲۴۶ھ)(۷)افضل سباق العلما(۱۲۴۶ھ)(۸)اقدم حذاق الکرما(۱۲۴۶ھ)(۳)**

آپ نے جملہ علوم وفنون کی تعلیم اپنے والد ماجد امام العلما مولانا رضا علی خان سے حاصل کی۔آپ ایام طفلی سے ہی پرہیزگار اور متقی تھے کیونکہ آپ امام العلما مولانا رضا علی خان کے زیر تربیت رہے جو نامور عالم اور

عارف باللہ بزرگ تھے جن کی پرہیز گاری کا جوہر مولانا نقی علی خان کو ورثہ میں ملا تھا اور پھر بفضل ایزدی میلان طبع بھی نیکی کی طرف تھا۔ مولانا نقی علی خان علم وعمل کے بحر ذخار تھے۔ آپ کی ذات مرجع خلائق وعلما تھی۔ آپ کی آرا واقوال کو علماء عصر ترجیح دیتے تھے کثیر علوم میں تصنیفات مطبوعہ وغیر مطبوعہ آپ کے علم وفضل کی شاہد ہیں۔ (۴)

مولانا نقی علی خان مندرجہ ذیل علوم پر کامل دسترس رکھتے تھے:

(۱) علم قرآن (۲) علم تفسیر (۳) علم حدیث (۴) اصول حدیث (۵) سلوک (۶) تصوف (۷) مربعات (۸) نظم عربی (۹) نثر فارسی (۱۰) تلاوت مع تجوید (۱۱) اصول فقہ (۱۲) تاریخ (۱۳) لغت (۱۴) ادب مع جملہ فنون (۱۵) تکسیر (۱۶) فلسفہ (۱۷) سیر (۱۸) علم جفر (۱۹) نظم فارسی (۲۰) نثر اردو (۲۱) علم معانی وبیان (۲۲) جدل مہذب (۲۳) اخلاق (۲۴) اسماء الرجال (۲۵) بدیع (۲۶) منطق (۲۷) ہیأت وحساب (۲۸) علم فرائض (۲۹) علم زائچہ (۳۰) نظم اردو (۳۱) خط نسخ (۳۲) فقہ حنفی (۳۳) مناظرہ (۳۴) ہندسہ (۳۵) علم العقائد والکلام (۳۶) علم نحو (۳۷) علم صرف (۳۸) معنی وبیان (۳۹) قرأت (۴۰) علم توقیت (۴۱) نثر عربی (۴۲) خط نستعلیق (۴۳) فقہ جملہ مذاہب۔ (۵)

آپ کا سراپا

مولانا نقی علی خان بریلوی رحمہ اللہ افغانستان کے مشہور قبیلہ بڑہیچ سے تعلق رکھتے تھے۔افغانی قوی الجثہ اور خوبصورت ہوتے ہیں۔مولانا نقی علی خان میں بھی یہ خوبیاں موجود تھیں۔آپ دراز قد اور مضبوط جسم کے مالک تھے۔گول نورانی چہرہ،کشادہ پیشانی،بڑی بڑی خوبصورت آنکھیں جن میں مہر ومحبت عیاں،علم وفضل اور عشق رسول سے معمور چوڑا چکلا سینہ،سُتواں ناک،گورا چٹا رنگ،چہرہ پر گھنی ڈاڑھی جو آخری عمر میں کچھ سفید ہوگئی تھی چہرہ کو اور زیادہ جاذبیت عطا کرتی تھی۔باریک گلابی ہونٹ جن پر مسکراہٹ رقصاں رہتی تھی۔مجموعی اعتبار سے انتہائی حسین،خوبصورت ودلکش شخصیت کے مالک تھے۔متانت اور سنجیدگی ابتدا ہی سے تھی۔مزاج میں انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔منکسر المزاجی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی کو اس بات کا گمان نہیں ہونے دیا کہ آپ بڑے باپ کے بیٹے ہیں۔اپنے بڑوں اور بزرگوں کا انتہائی ادب واحترام کرتے تھے۔(۶)

شجرۂ نسب اور عقد واولاد

آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے: رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خاں بن امام العلما مولانا رضا علی خان بن حافظ کاظم علی خان بن محمد اعظم خان بن سعادت یار خان بن سعید اللہ خان۔(۷)

مولانا نقی علی خان کی شادی مرزا اسفندیار بیگ لکھنوی کی دختر حسینی خانم کے ساتھ ہوئی تھی۔ مرزا اسفندیار بیگ کا آبائی مکان لکھنو میں تھا مگر آپ نے مع اہل وعیال بریلی میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ آپ مسلکا سنی تھے۔

مولانا نقی علی خان کی مندرجہ ذیل اولادیں یادگار تھیں:

(۱) احمدی بیگم زوجہ غلام دستگیر عرف محمد شیر خاں خلف محمد عمران خان (۲) اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا خاں (۳) مولانا حسن رضا خان (۴) حجاب بیگم زوجہ وارث علی خان (۵) مولانا محمد رضا خان (۶) محمدی بیگم زوجہ کفایت اللہ خان خلف عطاء اللہ خان۔ (۸)

بیعت وخلافت

رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خاں رحمہ اللہ اپنے صاحبزادے مجدد اعظم امام احمد رضا خان فاضل بریلوی اور تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی کے ہمراہ پانچ جمادی الآخر ۱۲۹۴ھ کو خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف حاضر ہوئے اور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول قادری برکاتی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے بھی اسی سفر میں حضور آل رسول قدس سرہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ اسی مجلس میں سیدنا آل رسول قدس سرہ نے دونوں حضرات کو خلافت وجملہ اجازت سے سرفراز فرمایا، چنانچہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں: ''پنجم جمادی الاخری ۱۲۹۴ھ کو مارہرہ مطہرہ میں دست حق

پرست حضرت آقائے نعمت، دریائے رحمت، سید الواصلین، مسند الکاملین، قطب اوانہ، امام زمانہ، حضور پرنور، سیدنا ومرشدنا مولانا وماوانا ذخر فی یومی وغدی، حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی تاجدار مارہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ وافاض علینا من برکاتہ ونعماہ پر شرف بیعت حاصل فرمایا۔ حضور پرنور مرشد برحق نے مثال خلافت واجازت جمیع سلاسل ومسند حدیث عطا فرمائی۔ یہ غلام ناکارہ (اعلیٰ حضرت) بھی اسی اجلاس میں اس جناب کے طفیل ان برکات سے شرف یاب ہوا والحمد للہ رب العلمین"۔(۹)

رئیس الاتقیا مولانا نقی علی خاں قدس سرہ کو سیدنا آل رسول احمدی رضی اللہ عنہ نے چار مصافحوں کے شرف سے بھی نوازا (۱) مصافحہ خضریہ (۲) مصافحہ جنیہ (۳) مسافحہ معمریہ (۴) مصافحہ منامیہ۔(۱۰)

حج وزیارت

خاتم المتکلمین مولانا نقی علی خاں قدس سرہ ۲۶/شوال المکرّم ۱۲۹۵ھ کو سخت علالت کے باوجود حج وزیارت کے لئے روانہ ہوئے چنانچہ امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ رقمطراز ہیں: "۲۶/شوال ۱۲۹۵ھ کو باوجود شدت علالت وقوت ضعف خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے کے سبب کہ من رأنی فی المنام فقد رأنی (رواہ الامام احمد والبخاری والترمذی عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ) عزم زیارت وحج مصمم فرمایا۔ یہ غلام اور چند اصحاب وخدام ہمراہ رکاب تھے۔ ہر چند

احباب نے عرض کی کہ علالت کی یہ حالت ہے، آئندہ سال پر ملتوی فرمائیے۔ ارشاد فرمایا: مدینہ طیبہ کے قصد سے قدم دروازہ سے باہر رکھ لوں، پھر چاہے روح اسی وقت پرواز کر جائے۔ دیکھنے والے جانتے ہیں کہ تمام مشاہد میں تندرستوں سے کسی بات میں کمی نہ فرمائی بلکہ وہ مرض ہی خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک آبخورہ میں دوا عطا فرمانے سے کہ ''من رأنی فقد رأی الحق'' (رواہ الامام احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) حد منع پر نہ رہا۔ وہاں حضرت اجل العلما اکمل الفضلا سیدنا احمد زین دحلان مکی شیخ الحرم وغیرہ علمائے مکہ معظّمہ سے مکرر سند حدیث حاصل فرمائی۔ (۱۱)

ایک عظیم مفتی

امام المتکلمین حضرت مفتی نقی علی خان قدس سرہ اپنے وقت کے بڑے فقیہ اور بے مثال مفتی بھی تھے۔ فتویٰ نویسی کا کام ایک عرصہ سے آپ کے خانوادے سے انجام پا رہا تھا چنانچہ پروفیسر مسعود احمد رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: تیرہویں صدی ہجری میں مولانا نقی علی خان رحمہ اللہ کے والد ماجد امام العلما مولانا رضا علی خان رحمہ اللہ نے ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۸۳۱ء میں سرزمین بریلی پر مسند افتا کی بنیاد رکھی اور چونتیس سال تک فتویٰ نویسی کا کام بحسن وخوبی انجام دیا۔ (۱۲)

امام العلما مولانا رضا علی خان علیہ الرحمہ نے اپنے فرزند مولانا نقی علی

خان رحمہ اللہ کو علوم وفنون بالخصوص علم فقہ سے آراستہ کر کے مسند افتا پر فائز کیا۔ مولانا نقی علی خان رحمہ اللہ نے مسند افتا پر فائز ہو کر مسلسل ۱۲۹۷ھ تک فتویٰ نویسی کا مشکل وگرانقدر فریضہ انجام دے کر اپنے معاصر علما وفقہا سے اپنی علمی وفقہی بصیرت کا لوہا منوایا۔

آپ کی فقاہت اور فن افتا میں مہارت کا اندازہ امام عشق ومحبت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے درج ذیل اقتباس سے کیا جاسکتا ہے، چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں: ''رد وہابیہ اور افتا یہ دونوں ایسے فن ہیں کہ طب کی طرح یہ بھی صرف پڑھنے سے نہیں آتے، ان میں بھی طبیب حاذق کے مطب میں بیٹھنے کی ضرورت ہے، میں ایک حاذق طبیب کے مطب میں سات برس بیٹھا، مجھے وہ وقت، وہ دن، وہ جگہ، وہ مسائل اور جہاں سے وہ آئے تھے اچھی طرح یاد ہیں، میں نے ایک بار ایک نہایت پیچیدہ حکم بڑی کوشش وجانفشانی سے نکالا اور اس کی تائیدات مع تنقیح آٹھ ورق میں جمع کیں، مگر جب حضرت والد ماجد قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا تو انہوں نے ایک جملہ ایسا فرمایا کہ اس سے یہ سب ورق رد ہو گئے، وہی جملے اب تک دل میں پڑے ہوئے ہیں اور قلب میں اب تک ان کا اثر باقی ہے۔

خود ستائی جائز نہیں مگر وقت حاجت اظہار حقیقت تحدیث نعمت ہے۔ سیدنا یوسف علیہ الصلوۃ والسلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا: **اجعلنی علی**

خزائن الارض انی حفیظ علیم۔ زمین کے خزانے میرے ہاتھ دے دیجئے بیشک میں حفظ والا، علم والا ہوں۔ بفضل ورحمت الٰہی، پھر بعون وعنایت رسالت پناہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم افتا اور رد وہابیہ کہ دونوں کامل فن، نہایت عالی فن انہیں یہاں سے اچھا ان شاء اللہ ہندوستان میں کہیں نہ پایئے گا، غیر ممالک کی بابت نہیں کہتا''۔(۱۳)

آپ کی فقاہت کے حوالے سے مولانا عبدالحئ رائے بریلوی نے لکھا ہے: ''الشیخ الفقیه نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی بن اعظم شاہ بن سعادت یار الافغانی البریلوی احد الفقهاء الحنفیة اسند الحدیث عن شیخ احمد بن زین دحلان الشافعی''۔(۱۴)

ایک عظیم مصنف

علامہ نقی علی خان علیہ الرحمہ علم وفضل کے بحر ذخار تھے، بلند پایہ مصنف تھے، آپ نے اپنی زباں وقلم سے دین کی عظیم خدمات انجام دیں، آپ کے تبحر علمی، وسعت مطالعہ کا زمانہ معترف ہے، آپ کے علم وفضل کی شہادت کے لئے درج ذیل تصانیف شاہد عدل ہیں۔ امام احمد رضا خان قدس سرہ رقم طراز ہیں: تصانیف شریفہ اس جناب کی سب علوم دین میں نافع مسلمین، دافع مفسدین، والحمدللہ رب العلمین ازانجملہ ۱ .الکلام الاوضح فی تفسیر شرح الم نشرح. ۲ ۔وسیلۃ النجاۃ۔ ۳۔سرور القلوب فی ذکر

المحبوب. ۴.جواهر البيان فی اسرار الارکان. ۵.اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد. ۶ .هداية البريه الی الشريعة الاحمديه. ۷.اذاقة الآثام لمانعی عمل المولد والقيام. ۸.فضل العلم والعلما. ۹ .ازالة الاوهام. ۱۰ تزکية الايقان رد تقوية الايمان. ۱۱ الکواکب الزهراء فی فضائل العلم وآداب العلماء. ۱۲ الرواية المروية فی اخلاق النبويه. ۱۳ النقاوة النقويه فی الخصائل النبويه. ۱۴ لمعة النبراس فی آداب الاکل واللباس. ۱۵ التمکين فی تحقيق مسائل التزئين. ۱۶ .احسن الوعا فی آداب الدعا. ۱۷ خبر المخاطبه فی المحاسبه والمراقبه ۱۸ هداية المشتاق الی سر الانفس والآفاق. ۱۹ . ارشاد الاحباب الی اداب الاحتساب. ۲۰ .اجمل الفکر فی مباحث الذکر. ۲۱ عين المشاهده لحسن المجاهده. ۲۲ تشرق الاواه الی طريق محبة الله. ۲۳ نهاية السعادة فی تحقيق الهمة والارادة. ۲۴ اقوی الذريعه الی تحقيق الطريقة والشريعة. ۲۵ ترويح الارواح فی تفسير سورة الانشراح. ۲۶ .تنبيه الجهال بالهام الباسط المتعال۔(۱۵)

یہ تمام رسائل حد درجہ جامع اور مانع ہیں۔ان کی جامعیت ومانعیت کا اندازہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے ان الفاظ سے کیا جاسکتا ہے۔آپ موصوف

کی ایک کتاب ''جواہر البیان فی اسرار الارکان'' کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں: ''جواہر البیان فی اسرار الارکان''جس کی خوبی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ذوق ایں مئے نہ شناسی بخدا تانہ رسی۔

فقیر غفر اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف اس کے ڈھائی صفحوں کی شرح میں ایک رسالہ مسمی بہ ''زواہر الجنان من جواہر البیان'' ملقب بنام تاریخی ''سلطنۃ المصطفی فی ملکوت کل الوری'' تالیف کیا۔(۱۶)

سیدی اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ والد ماجد قدس سرہ کی تمام کتابیں ایک مجلد میں طبع ہو جاتیں تو اچھا ہوتا مگر عمر نے وفا نہ کی اور وہ کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا۔یہ کام اب بھی اہل علم کی توجہ کا طالب ہے،اے کاش ایسا ہو جاتا تو اعلیٰ حضرت کی روح مسرور ہو جاتی۔چنانچہ آپ والد ماجد کی کتابوں کا تذکرہ فرمانے کے بعد رقم طراز ہیں: ''ان رسائل مابین وجیز ووسیط کے مسودات موجود ہیں جن کی تبییض کی فرصت ان حضرات قدس سرہ نے نہ پائی فقیر غفر اللہ لہ کا قصد ہے کہ انہیں صاف کر کے ایک مجلد میں طبع کرادے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ان کے سوا اور تصانیف کے مسودے بستوں میں ملتے ہیں مگر منتشر جن کے اجزا،اول یا آخر یا وسط سے گم ہیں،ان کے بارے میں حسرت و مجبوری ہے۔غرض عمر اس جناب کی ترویج دین و جماعت مسلمین ونکایت اعدا وحمایت مصطفے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں گذری جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزاء آمین''۔(۱۷)

ایک عظیم مجاھد جنگ آزادی

حضرت مفتی نقی علی خان بریلوی رحمہ اللہ انگریزوں کے سخت مخالف تھے۔انگریزی حکومت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے آپ نے بڑی جد وجہد کی،انگریزی اقتدار سے آپ کی نفرت کا یہ عالم تھا کہ آپ نے وطن عزیز ہندوستان کو ان ظالم انگریزوں کے پنجۂ استبداد سے آزاد کرانے کے لئے قلمی،لسانی اور مالی جہاد کیا اور تاعمر اس کوشش میں لگے رہے۔چنانچہ مولانا چندہ شاہ حسینی تحریر فرماتے ہیں:''مولانا رضا علی خان رحمۃ اللہ علیہ انگریزوں کے خلاف لسانی وقلمی جہاد میں مشہور ہو چکے تھے۔انگریز مولانا کی علمی وجاہت ودبدبہ سے بہت گھبراتا تھا۔آپ کے صاحبزادے مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ بھی انگریزوں کے خلاف جہاد میں مصروف تھے۔مولانا نقی علی خان کا ہند کے علما میں بہت اونچا مقام تھا۔انگریزوں کے خلاف آپ کی عظیم قربانیاں ہیں''۔(۱۸)

ملک سے انگریزوں کو باہر کرنے کے لئے ہند کے علما نے ایک جہاد کمیٹی بنائی۔انگریزوں کے خلاف عملاً جہاد کا آغاز کرنے کے لئے جہاد کمیٹی نے جہاد کا فتویٰ صادر کیا۔اس جہاد کمیٹی میں امام العلما مولانا رضا علی خان،علامہ فضل حق خیر آبادی،مفتی عنایت احمد کاکوروی،مولانا نقی علی خان بریلوی،مولانا شاہ احمد اللہ

شاہ، مولانا سید احمد مشہدی بدایونی ثم بریلوی، جنرل بخت خان وغیرہا کے اسمائے گرامی خاص طور قابل ذکر ہیں۔(۱۹)

مولانا نقی علی خان انگریزوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے مجاہدین کو مناسب مقامات پر گھوڑے پہنچاتے تھے۔آپ نے اپنی انگریز مخالف تقاریر سے مسلمانوں میں جہاد کا جوش وولولہ پیدا کیا۔ بریلی کا جہاد کامیاب ہوا، انگریزوں کو مسلمانوں نے شکست دی اور بریلی چھوڑنے پر مجبور کردیا۔(۲۰)

علامہ نقی علی خان علیہ الرحمہ کے چند مشہور تلامذہ

(۱)اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی (۲)استاذ زمن علامہ حسن رضا خان بریلوی(۳)علامہ برکات احمد رحمہ اللہ(۴)مولانا ہدایت رسول لکھنوی(۵)مفتی حافظ بخش آنولوی(۶)مولوی حشمت اللہ خان(۷)مولوی سید امیر احمد بریلوی(۸)مولوی حکیم عبدالصمد، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

خاتم المتکلمین کا وصال پر ملال

خاتم المتکلمین علامہ نقی علی خاں قدس سرہ کا وصال ذیقعدہ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۸۰ء کو ہوا۔ بریلی شریف کے سٹی قبرستان میں آپ اپنے والد ماجد امام العلما علامہ رضا علی خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں محو استراحت ہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی اپنے والد ماجد رحمہ اللہ کے سفر آخرت کی

کیفیات بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ”ذوالقعدہ روز پنجشنبہ وقت ظہر ۱۲۹۷ھ ہجر یہ قدسیہ کو ۵۱/ برس ۵/ ماہ کی عمر میں بعارض اسہال دموی شہادت پا کر شب جمعہ اپنے والد ماجد صاحب قدس سرہ العزیز کے کنارے میں جگہ پائی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ روز وصال نماز صبح پڑھ لی تھی اور ہنوز وقت ظہر باقی تھا کہ انتقال فرمایا۔ نزع میں سب حاضرین نے دیکھا کہ آنکھیں بند کئے متواتر سلام فرماتے تھے۔ جب چند سانس باقی رہے ہاتھوں کو اعضائے وضو پر یوں پھیرا گویا وضو فرما رہے ہیں یہاں تک کہ استنشاق بھی فرمایا سبحان اللہ! وہ اپنے طور پر حالت بے ہوشی میں نماز ظہر بھی ادا فرما گئے۔ جس وقت روح پر فتوح نے جدائی فرمائی فقیر سرہانے حاضر تھا۔ واللہ العظیم ایک نور ملیح علانیہ نظر آیا کہ سینہ سے اٹھ کر برق تابندہ کی طرح چہرہ پر چمکا اور جس طرح لمعان خورشید آئینہ میں جنبش کرتا ہے یہ حالت ہو کر غائب ہو گیا اس کے ساتھ ہی روح بدن میں نہ تھی۔ پچھلا کلمہ زبان فیض ترجمان سے نکلا ’لفظ اللہ تھا وبس اور اخیر تحریر کے دست مبارک سے ہوئی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تھی۔ بعد فقیر نے حضور پیر و مرشد برحق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رویا میں دیکھا کہ حضرت والد ماجد قدس سرہ الاماجد کے مرقد پر تشریف لائے۔

غلام نے عرض کیا حضور یہاں کہاں؟ فرمایا: آج سے یا اب سے یہیں رہا کریں گے“۔(۲۱)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درج ذیل تواریخ وصال

رقم فرمائی:

(۱) کان نہایة جمع العظماء (۱۲۹۷ھ)(۲)خاتم اجلة الفقہا(۱۲۹۷ھ)(۳)امین اللہ فی الارض ابدا (۱۲۹۷ھ)(۴)(عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم العالم امین اللہ فی الارض اخرجہ الامام ابو عمر فی کتاب العلم)ان موتة العالم موتة العالم (۱۲۹۷ھ)(۵)وفاة عالم الاسلام،ثلمة فی جمع الانام (۱۲۹۷ھ)(۶)وفی الخبر موت العالم ثلمة فی الاسلام لاتنسد الی یوم القیامة او کما ورد واللہ تعالیٰ اعلم)(۷)خلل فی باب العباد(۸)لا ینسد الی یوم القیام(۹)یا غفور کمل لہ ثوابک(۱۰)یوم النشور امنحہ جنة اعدت للمتقین صلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا محمد وآلہ واہلہ اجمعین۔(۲۲)

حوالہ جات

(۱)مولانا نقی علی خان حیات اور علمی وادبی کارنامے ص:۳۵)
(۲)حیات اعلیٰ حضرت،اول،ص:۶۴۔۶۵)
(۳)حیات اعلیٰ حضرت،اول،ص:۶۹)
(۴)مولانا نقی علی خان حیات اور علمی وادبی کارنامے ص:۳۵۔۳۶)

(۵) حیات مفتی اعظم ہند، ص: ۳۵)

(۶) مولانا نقی علی خان حیات اور علمی وادبی کارنامے، ص: ۸۵)

(۷) اعلیٰ حضرت اعلیٰ سیرت، ص: ۳۵)

(۸) مولانا نقی علی خان حیات اور علمی وادبی کارنامے، ص: ۳۸)

(۹) حیات اعلیٰ حضرت اول، ص: ۶۷)

(۱۰) الاجازت المتینہ، ص: ۱۲۳)

(۱۱) حیات اعلیٰ حضرت اول، ص: ۶۷۔۶۸)

(۱۲) حیات مولانا امام احمد رضا خان، ص: ۲۸)

(۱۳) امام احمد رضا اور رد بدعات ومنکرات، ص: ۸۵، بحوالہ الملفوظ حصہ اول، ص: ۳۷)

(۱۴) نزہۃ الخواطر، ج: ۷، ص: ۵۰۹)

(۱۵) ملخصا، حیات اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۶۵۔۶۶۔۶۷ بحوالہ جواہر البیان، ص: ۲۰۳)

(۱۶) حیات اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۶۵۔۶۶۔۶۷ بحوالہ جواہر البیان، ص: ۲۰۳)

(۱۷) حیات اعلیٰ حضرت، ج: ۱، ص: ۶۵۔۶۶۔۶۷ بحوالہ جواہر البیان، ص: ۲۰۳)

مؤلف ایک نظر میں

نام ونسب : محمد رفیق الاسلام بن محمد حصیر الدین بن مرحوم ڈاکٹر محمد معلم الدین

ولادت : باعتبار سند ۲؍فروری ۱۹۸۳ء مقام کالوبستی پانچ ڈمٹھی تھانہ اسلام پور ضلع اتر دیناج پور (مغربی بنگال)

ناظرہ قرآن مقدس: دادا مرحوم ڈاکٹر محمد معلم الدین، والدہ محترمہ، محلّہ کا مکتب

ابتدائی تعلیم : دارالعلوم غوثیہ، مکیری ٹولہ، تھاوے ضلع گوپال گنج (بہار)
دارالعلوم گلشن بغداد، رام پور (یوپی)

الجامعۃ الاشرفیہ میں داخلہ: ۱۲؍شوال ۱۴۲۲ھ مطابق ۲؍دسمبر ۲۰۰۱ء

دستار قرأت حفص: یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۲۶ھ مطابق ۸؍جولائی ۲۰۰۵ء

عالمیت : ۱۲؍شعبان المعظم ۱۴۲۶ھ مطابق ۱۷؍ستمبر ۲۰۰۵ء

دستار فضیلت : یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۷؍جون ۲۰۰۷ء

دستار تخصص فی الفقہ : یکم جمادی الاخریٰ ۱۴۳۰ھ مطابق ۲۶؍مئی ۲۰۰۹ء بموقع عرس حضور حافظ ملت

تعلیمی لیاقت منشی، منشی کامل، مولوی، عالم، فاضل ادب، فاضل طب (عربی، فارسی، مدرسہ بورڈ لکھنؤ (یوپی)

تدریس :(۱) الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور بحیثیت معین المدرسین دوران تخصص فی الفقہ از ۱۵؍شوال ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۶؍اکتوبر ۲۰۰۸ء تا ۷؍شعبان ۱۴۳۰ھ مطابق ۳۰؍جولائی ۲۰۰۹ء

(۲) الجامعۃ الغوثیہ غریب نواز کھجرانہ اندور ایم پی، از ۱۰؍شوال ۱۴۳۰ھ مطابق ۳۰؍اکتوبر ۲۰۰۹ء

(۳) جامعہ قادریہ مدینۃ العلوم ڈی جے ھلی بنگلور ۴۵ (کرناٹک)
از ۲۲؍شوال المکرّم ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۹؍اگست ۲۰۱۴ء

(۴) دارالعلوم رضائے مصطفیٰ مٹیابرج کولکاتا بنگال

از ۱۲؍شوال ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۹؍جولائی ۲۰۱۵ء تا حال

اجازت درس : اجازت قرآن وحدیث وفقہ، سراج الفقہاء محقق مسائل جدیدہ حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی، صدر شعبۂ افتاء وناظم مجلس شرعی الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور اعظم گڑھ یوپی۔

اجازت حدیث: استاذ الاساتذہ حضرت علامہ عبدالشکور صاحب قبلہ مصباحی، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ، خیر الاذکیا حضرت علامہ محمد احمد مصباحی صاحب صدر المدرسین وصدر مجلس شرعی جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

بیعت وارادت: تاج الشریعہ قاضی القضاۃ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان قادری ازہری بریلوی جانشین حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان

اجازت وخلافت: (۱) گل گلزار قادریت محافظ مسلک اعلیٰ حضرت پیر طریقت آل رسول حضرت علامہ الحاج الشاہ سید گلزار اسمٰعیل واسطی صاحب قبلہ دام ظلہ مسولی شریف بارہ بنکی یوپی (بتاریخ ۲۳؍ستمبر ۲۰۱۸ء/۱۲؍محرم ۱۴۴۰ھ بموقع جلسہ ذکر شہادت امام حسین۔ مسجد تالاب ٹیا برج کولکاتا

(۲) مقتدائے اہلسنت، مفتی اعظم نیپال حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری مفتی جیش محمد صاحب قبلہ قادری برکاتی رضوی شیر نیپال دامت برکاتھم القدسیہ

مشاغل :فتویٰ نویسی، تدریس، تصنیف، تالیف، تبلیغ، مضمون نگاری، خطابت۔

تصنیف وتحریر: (۱) سرکار کی آمد مرحبا! (۲) امام الائمہ ابوحنیفہ (۳) آخرت کا سہارا (۴) کپڑے موڑ کر نماز پڑھنے کا حکم؟ (۵) تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہو جانا خلاف سنت اور مکروہ ہے۔ (۶) جامع الدعا (۷) جلوۂ اعلیٰ حضرت (۸) انگریز کا وفادار (۹) شیر بنگال۔ حیات وخدمات (۱۰) امام عشق ومحبت (۱۱) جان ایمان (۱۲) امام احمد رضا کا فقہی کمال، قلمی (۱۳) مدارس اسلامیہ کی تعلیمی زبوں حالی، اسباب وعلاج۔ اس کے علاوہ رسائل وجرائد واخبارات میں متعدد مضامین۔

(۱۸) شمس التواریخ،ص:۹۵)
(۱۹) مشعل راہ،ص:۱۲۶)
(۲۰)مولانا نقی علی خان حیات اور علمی وادبی کارنامے،ص:۹۵)
(۲۱)حیات اعلیٰ حضرت اول،ص:۶۸)
(۲۲)حیات اعلیٰ حضرت اول،ص:۶۹۔۷۰)

(مفتی)محمد رفیق الاسلام رضوی مصباحی
خادم درس وافتادارالعلوم رضائے مصطفیٰ مٹیابرج کولکاتا ۲۴ بنگال
Email:rafiqmisbahi@gmail.com

برائے ایصال ثواب

مرحومہ جحن طاہرہ بیگم

اللہ تعالیٰ جحن کے گناہوں کو معاف فرمائے اور جنت میں جگہ
عطا فرمائے! آمین

دعاء مغفرت

استاذ محترم دادا ڈاکٹر معلم الدین صاحب قبلہ رحمہ اللہ

ڈاکٹر مسیح صاحب مرحوم

دعا صحت وسلامتی

والد ماجد محترم جناب محمد حصیر الدین صاحب

والدہ ماجدہ محترمہ

میرے لخت جگر محمد رضا قادری

لاڈلی بچی ثنا فاطمہ

جشن صد سالہ عرس اعلیٰ حضرت
عالم اسلام کو مبارک ہو



مصنف کی تصنیفات



(۱) سرکار کی آمد مرحبا!
(۲) جان ایمان
(۳) آخرت کا سہارا
(۴) کپڑے موڑ کر نماز پڑھنے کا حکم؟
(۵) امام احمد رضا کا فقہی کمال
(٦) انگریز کا وفادار
(۷) شیر بنگال - حیات و خدمات
(۸) امام عشق و محبت
(۹) امام الائمہ ابوحنیفہ
(۱۰) مدارس اسلامیہ کی تعلیمی زبوں حالی، اسباب و علاج
(۱۱) تکبیر شروع ہوتے ہی کھڑا ہو جانا خلاف سنت اور مکروہ ہے